﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۱ | جمعہ یکم جولائی ۱۹۹۴ء | شمارہ ۲۶

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

صدق، وفا اور استقلال کی ضرورت

"یہ نماز جو تم پڑھتے ہو۔ صحابہؓ بھی یہی نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی نماز سے انہوں نے بڑے بڑے روحانی فائدے اور بڑے بڑے مدارج حاصل کئے تھے۔ فرق صرف حضور اور خلوص کا ہی ہے۔ اگر تم میں بھی وہی اخلاص، صدق، وفا اور استقلال ہو تو اسی نماز سے اب بھی وہی مدارج حاصل کر سکتے ہو جو تم سے پہلوں نے حاصل کئے تھے۔ چاہئے کہ خداتعالیٰ کی راہ میں دکھ اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار رہو۔

یاد رکھو جب اخلاص اور صدق سے کوشش نہیں کرو گے کچھ نہیں بنے گا۔ بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ یہاں سے تو بیعت کر جاتے ہیں مگر گھر جا کر تھوڑی سے بھی تکلیف آئی اور کسی نے دھمکایا تو جھٹ مرتد ہو گئے۔ ایسے لوگ ایمان فروش ہوتے ہیں۔ صحابہؓ کو دیکھو کہ انہوں نے تو دین کی خاطر اپنے سر کٹوا دئے تھے اور جان و مال سب خداتعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ کسی دشمن کی دشمنی کی انہیں پروا تک بھی نہ تھی۔ وہ تو خداتعالیٰ کی راہ میں سب طرح کی تکالیف اٹھانے اور ہر طرح کے دکھ برداشت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اور انہوں نے اپنے دلوں میں یہی فیصلہ کیا ہوا تھا۔ مگر یہ ہیں جو ذرا بھی نمبردار یا کسی اور شخص نے دھمکایا تو دین ہی چھوڑ دیا۔ ایسے لوگوں کی عبادتیں بھی محض پوست ہی پوست ہوتی ہیں۔ ایسوں کی نمازیں بھی خدا تک نہیں پہنچتیں بلکہ اسی وقت اس کے منہ پر ماری جاتی ہیں اور ان کے لئے لعنت کا موجب ہوتی ہیں۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (الماعون: ٦،٥)

وہ لوگ جو نمازوں کی حقیقت سے ہی بے خبر ہوتے ہیں۔ ان کی نمازیں نری ٹکریں ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ ایک سجدہ اگر خداتعالیٰ کو کرتے ہیں تو دوسرا دنیا کو کرتے ہیں جب تک انسان خدا کے لئے تکلیف اور مصائب کو برداشت نہیں کرتا تب تک مقبول حضرت احدیت نہیں ہوتا۔ دیکھو دنیا میں بھی اس کا نمونہ پایا جاتا ہے۔ اگر ایک غلام اپنے آقا کا ہر ایک تکلیف اور مصیبت میں اور ہر ایک خطرناک میدان میں ساتھ دیتا رہے تو غلام غلام نہیں رہتا بلکہ دوست بن جاتا ہے۔ یہی خداتعالیٰ کا حال ہے اگر انسان اس کا دامن نہ چھوڑے اور اسی کے آستانہ پر گرا رہے اور استقلال کے ساتھ وفاداری کرتا رہے تو پھر خدا بھی ایسے کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس کے ساتھ دوست والا معاملہ کرتا ہے۔

وفاداری کا مادہ تو کتے میں بھی پایا جاتا ہے۔ خواہ وہ بھوکا رہے، بیمار ہو جائے، کمزور ہو جائے۔ خواہ کچھ ہی ہو مگر اپنے مالک کے گھر کو نہیں چھوڑتا اور وہ لوگ جو ذرا تکلیف پر دین ہی سے روگرداں ہو جاتے ہیں ان کو کتے سے سبق سیکھنا چاہئے۔

لکھا ہے کہ ایک یہودی مشرف باسلام ہوا۔ کچھ دن بعد جو مصیبت کا سامنا ہوا اور بھوکا مرنے لگا اور فاقے پر فاقہ آنے لگا تو کسی یہودی کے مکان پر بھیک مانگنے کے لئے گیا۔ یہودی نے اس نومسلم کو چار روٹیاں دیں۔ جب وہ روٹیاں لے کر جا رہا تھا تو ایک کتا بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ اس نے خیال کیا کہ شاید ان روٹیوں میں سے کتے کا بھی کچھ حصہ ہے ایک روٹی کتے کے آگے پھینک دی اور آگے چل دیا۔ کتا اس روٹی کو جلدی جلدی کھا کر پیچھے پیچھے ہو لیا تب اس نے خیال کیا کہ شاید ان روٹیوں میں سے نصف حصہ کتے کا ہو۔ تب اس نے ایک اور روٹی کتے کے آگے پھینک دی۔ مگر کتا اس کو بھی کھا کر پیچھے پیچھے چل دیا۔ پھر اس نے جب معلوم کیا کہ کتا پیچھا نہیں چھوڑتا تو اسے خیال گزرا کہ شاید تین حصے اس کے ہوں اور ایک حصہ میرا ہو اس لئے اس نے ایک روٹی اور ڈال دی مگر کتا وہ روٹی کھا کر بھی واپس نہ گیا۔ تب اسے کتے پر غصہ آیا اور کہا تو تو بڑا بدذات ہے۔ مانگ کر میں چار روٹیاں لایا تھا مگر ان میں سے تین کھا کر بھی تو پیچھا نہیں چھوڑتا۔ خداتعالیٰ نے اس وقت کتے کو بولنے کے لئے زبان دے دی۔ تب کتے نے جواب دیا کہ میں بدذات نہیں ہوں۔ میں خواہ کتنے فاقے اٹھاؤں مگر مالک کے سوائے دوسرے گھر پر نہیں جاتا۔ بدذات تو تو ہے جو دو تین فاقے اٹھا کر ہی کافر کے گھر مانگنے کے لئے آ گیا۔ تب وہ مسلمان یہ جواب سن کر اپنی حالت پر بہت پشیمان ہوا۔

ایسے ہی گورداسپور میں ایک بلی تھی خواہ کچھ ہی اس کے پاس پڑا رہے مگر وہ بغیر اجازت کچھ نہ کھاتی تھی۔ ایک دفعہ بعض دوستوں نے اس بلی کے مالک کو کہا کہ ہم بھی یہ تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حلوہ، دودھ، چھیچھڑے وغیرہ بلی کے پاس رکھ کر باہر سے قفل لگا دیا۔ تین دن کے بعد جو دیکھا تو بلی مری پڑی تھی اور وہ کھانا اسی طرح صحیح سالم موجود تھا۔ اگر ارزل مخلوقات کے صفات حسنہ بھی انسان میں نہ پائے جائیں تو پھر وہ کس خوبی کے لائق ہے"۔

(ملفوظات جلد پنجم (طبع جدید) صـ ۳۳۳، ۳۳۴)

القرآن الحکیم

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۱۹

اور تو کہہ دے، اے میرے ربّ! معاف کر، اور رحم کر اور تو سب سے اچھا رحم کرنے والا ہے۔ (المؤمنون: ۱۱۹)

مختصرات

ٹیلی ویژن کی دنیا میں "مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ" کا اضافہ ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس نے ٹیلی ویژن کو دینی تعلیم و تربیت کا ایک ذریعہ بنا دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر یہ عظیم فضل ہے کہ وہ اس ذریعہ رشد و ہدایت سے بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہے۔ بالخصوص حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پروگرام "ملاقات" تو بہت ہی لاجواب ہے۔ احمدی گھرانوں میں بڑی بے تابی سے اس وقت کا انتظار کیا جاتا ہے اور مقام مسرت ہے کہ غیر از جماعت احباب بھی ان مجالس علم و عرفان سے خوب استفادہ کرتے ہیں۔

اس مختصر اشاریہ کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ قارئین الفضل اس امر سے آگاہ ہو سکیں کہ حضور انور نے گزشتہ چند دنوں میں کس کس موضوع پر اظہار خیال فرمایا ہے۔

۱۸ جون ۱۹۹۴ء. آج کے پروگرام میں بنگلہ دیش کے چند احمدی احباب نے شمولیت کی اور حضور انور نے ان کے سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔ اکثر سوالات کا تعلق امام مہدی علیہ السلام کی آمد اور ان کی صداقت کے موضوع سے تھا۔ علاوہ ازیں حضور نے بنگالی دوستوں میں تبلیغ کے سلسلہ میں ضروری ہدایات بھی دیں۔ آخر میں دو بنگالی احمدی توام بھائیوں (طارق اور زبیر) نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور انور کی ایک ایک نظم اپنی مترنم اور دلکش آواز میں سنائی۔

۱۹ جون ۱۹۹۴ء. آج کے پروگرام میں صومالیہ کے چند احمدی دوستوں نے شمولیت کا فخر حاصل کیا۔ ابتدائی تعارف کے بعد حضور انور نے ان صومالی احمدیوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ صومالی باشندوں میں تبلیغ کے لئے مستعد ہو جائیں۔ بعد ازاں حضور انور نے خود ہی سلسلہ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے خلاف مخالفانہ کوششیں ہر طرف سے جاری ہیں لیکن خداتعالیٰ کی تائید و نصرت ہمارے ساتھ ہے اسے لئے کوئی شخص بھی یا کوئی حکومت بھی احمدیت کی ترقی کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔

حضور انور نے فرمایا کہ احمدیت حقیقی اسلام کا دوسرا نام ہے کیونکہ یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے دین سے پوری مطابقت رکھتی ہے۔ غیر احمدی لوگوں کا عام طریق یہ ہے کہ وہ احمدیت کے متعلق اصولی اور بنیادی باتوں پر بحث کرنے کی بجائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر فرسودہ اعتراضات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ مسخ شدہ اور نامکمل حوالہ جات کو سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اس طرح وہ پرانے زمانہ کے جادوگروں کی طرح پہلے ایک غلط تصویر بناتے ہیں اور پھر اس پر اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں حالانکہ ان کے بنائے ہوئے غلط تصور کا احمدیت کی حقیقی تصویر سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ احمدیت تو حقیقی اسلام ہے جو اس اسلام سے پوری مطابقت رکھتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا پیش کردہ اسلام ہے۔ مخالفین کے اعتراضات سراسر جھوٹے اور جھوٹ کا پلندہ ہیں اسی وجہ سے احمدیوں پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے حضور انور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام پر بھی روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا عظیم ترین لقب عبداللہ ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اللہ کے غلام تھے اور مسیح موعود علیہ السلام، رسول پاک صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے غلام ہیں جیسا کہ آپ کے نام "غلام احمد" سے بھی ظاہر ہے۔ جب غلام اپنے آقا میں کلیۃً فنا ہو جائے تو پھر غلام کو آقا کا نام دیا جا سکتا ہے جو کامل اتحاد اور فنائیت کا مظہر ہوتا ہے۔

بعد ازاں حضور انور نے دعوت مباہلہ کا ذکر فرمایا اور تفصیلاً بتایا کہ پاکستان کے آمر جنرل ضیاء الحق جو اس کے خاص مخاطب تھے کس طرح خدائی پکڑ کا نشانہ بنے اور اپنے عبرتناک انجام کو پہنچے۔ آخر میں حضور انور نے انبیاء کی صداقت کے تین قرآنی معیار بیان فرمائے اور ان کی رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی وضاحت فرمائی۔

پروگرام کے آخر میں دلچسپ بات یہ ہوئی کہ حضور نے شرکاء پروگرام صومالی احمدیوں سے فرمایا کہ آج تو میں ہی گفتگو کرتا رہا ہوں اور آپ کو سوالات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم نے جو سوالات دل میں سوچے تھے، عجیب تصرف الٰہی ہے کہ حضور انور نے از خود ان سب کے جوابات عطا فرما دئے ہیں!

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں

مکافاتِ عمل

کہتے ہیں کہ "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے"، "جو بوؤ گے وہی کاٹو گے"، ہر انسان کو اپنے عمل کی جزا یا سزا مل کر رہے گی۔

گندم از گندم بروید جو ز جو ۔ از مکافات عمل غافل مشو

قرآن مجید نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے "وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی" (النجم: ۴۰، ۴۱) اور انسان کو وہی ملتا ہے جس کی کوشش کرتا ہے وہ اپنی کوشش کا نتیجہ ضرور دیکھ لے گا۔ اسی طرح فرمایا، جس نے ایک ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اس کے نتیجہ کو دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی بدی کی ہوگی وہ اس کے نتیجہ کو دیکھ لے گا۔ (الزلزال: ۸، ۹)

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں اگر ان کی نیکی خدا تعالیٰ کو پسند آ جائے تو وہ ان کی نیکیوں کی توفیق کو بڑھا دیتا ہے اور وہ نیکیوں میں ترقی کرتے ہیں اور نیک انجام کو پہنچتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو بدی کو اختیار کرتے ہیں اگر انہیں حقیقی توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو تو وہ بدیوں کی راہ پر آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ ان کی سیئات ان کا احاطہ کر لیتی ہیں اور ان کا انجام برا ہوتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ بظاہر نیک اعمال کر رہے ہوتے ہیں لیکن ان کے اندر بعض ایسی بنیادی خرابیاں یا گناہ پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ان کے وہ تمام اعمال جو بظاہر نیک اور اچھے اعمال تھے ضائع چلے جاتے ہیں اور ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کئی قسم کی سیئات کا شکار ہوتا ہے لیکن پھر اسے توبہ نصوح کی توفیق ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کے نتیجہ میں اسے ان گناہوں کے بد نتائج سے بچا لیتا ہے اور نیک انجام کرتا ہے۔ قرآن مجید نے مکافات عمل کے اس نظام کی حکمت اور فلسفہ اور اس کے مختلف پہلوؤں پر بہت جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے لیکن اس وقت اس پر تفصیلی بحث مقصود نہیں۔

قرآن مجید نے مکافات عمل کے نظام کے ایک پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ "اور تجھ سے پہلے جو رسول گزرے ہیں ان سے بھی ہنسی کی گئی تھی لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ جنہوں نے ان رسولوں سے ہنسی کی تھی ان کو انہی باتوں نے آ کر گھیر لیا جن کے ذریعہ سے وہ (نبیوں کی) ہنسی اڑاتے تھے" (الانبیاء: ۴۲)۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ انبیاء اس پر گواہ ہے۔ اور اس زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان معاندین پر بھی، جنہوں نے آپ کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کا سلوک کیا، یہ قرآنی اصول بڑی وضاحت کے ساتھ اطلاق پاتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ کی ذات پر گند اچھالا اور سراسر جھوٹ اور افتراء سے کام لیتے ہوئے آپ کی کردار کشی میں بڑھ بڑھ کر باتیں کیں وہ خود انہی امور میں خدا تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنے اور ان کا استہزاء ان پر واپس لوٹایا گیا۔ اس کی بہت سی مثالیں ملک ملک میں موجود ہیں۔ پاکستان ہی کو لیجئے دنیا بھر میں یہ وہ واحد ملک ہے جہاں حکومت کی سرپرستی میں ملکی قانون اور حکومت کی سپورٹ سے بانی سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے مقدس خلفاء اور آپ کی جماعت کے خلاف سب سے زیادہ گندی زبان استعمال کی گئی۔ آپ کے خلاف تکفیر و تکذیب کا بازار گرم کیا گیا اور ہر قسم کے تمسخر اور استہزاء سے کام لیا گیا۔ احمدی تو بے بس اور بے کس اور مظلوم ہیں ان میں تو یہ استطاعت نہیں کہ وہ ان استہزاء کرنے والوں سے اس استہزاء کا بدلہ لے سکیں اور حقیقت میں انہیں خود بدلہ لینے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ جب خدا کے رسول اور اس کے پیاروں سے دنیادار استہزاء کا سلوک کریں تو اس کا بدلہ انکی طرف سے وہ خود لیا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ جب بعض لوگوں نے یہ کہا کہ ہم تو خدا کے رسول اور اس کے ساتھی مومنوں سے استہزاء کرنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے مومنو تم انہیں استہزاء کی سزا دو بلکہ فرمایا "اللہ یستھزئ بھم" (بقرہ: ۱۶) اللہ خود انہیں ان کے استہزاء کی سزا دے گا۔ اس طرز بیان میں بڑی شوکت اور ہیبت ہے۔ یہ سزا کبھی اس طرح بھی ہوتی ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو انکی سرکشیوں میں ڈھیل دیتا ہے اور وہ بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔ آج پاکستان علمی، عملی، اخلاقی اور روحانی لحاظ سے جس پستی کو پہنچ چکا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس کے لیڈر، اس کے قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران جو قوم کے منتخب اور چنیدہ افراد ہیں اور جنہیں قوم کے سرقرار دیا جا سکتا ہے ان کا یہ حال ہے کہ اخبارات میں جلی الفاظ میں یہ خبریں چھپتی ہیں کہ:۔

□□□ "پارلیمنٹ کے اجلاس میں ہنگامہ، تلخ کلامی، گالم گلوچ تک نوبت پہنچ گئی"

□□□ "پنجاب اسمبلی میں زبردست ہنگامہ، تلخ کلامی، گالی گلوچ اور ہاتھا پائی۔ بعض ارکان اپنی نشستیں چھوڑ کر بنچوں پر چڑھ گئے اور چھلانگیں مارتے ہوئے باہم دست و گریبان ہو گئے اور بلند آواز میں فحش گالیاں دینی شروع کر دیں"

وہی اسمبلی جس نے اس زمانہ کے مامور و مرسل کو غیر مسلم قرار دیا اور جس کے فیصلہ کے نتیجہ میں ملک بھر میں خدا کے مامور اور اس کی جماعت کے خلاف نہایت ہی غلیظ اور شر انگیز لٹریچر پھیلایا گیا اور منبروں پر چڑھ کر گالیاں دی گئیں۔ آج اسی ایوان اسمبلی کا یہ حال ہے کہ اس کے ممبران آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے ہیں۔ کیا قوم کے لیڈروں کی یہ اخلاق سوز حرکتیں ان کے بھٹکنے کی علامت نہیں؟ اور کیا ان پر یہ قرآنی بیان چسپاں نہیں ہو رہا:

"پس ان کے عملوں کی سزا نے ان کو آ پکڑا اور ان کو انہی باتوں نے آ کر گھیر لیا جن کے ذریعہ وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے"۔ (النحل: ۳۵)

احادیث النبی ﷺ

وَعَنْ اَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَنْ يَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِي حَيٰوتِهٖ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِمِائَةٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ. (رَوَاهُ اَبُو دَاوُد)

حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ موت کے وقت سو درہم صدقہ کرے۔

◈

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَثَلُ الَّذِي يَتَصَدَّقُ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَيُعْتِقُ كَالَّذِي يُهْدِي اِذَا شَبِعَ. ((رَوَاهُ اَحْمَد)

حضرت ابوالدرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو اپنی موت کے وقت صدقہ کرتا ہے ایسی ہے جیسے کوئی شخص خود سیر ہو کر کھانے کے بعد کسی کو ہدیہ دے۔

◈

اس گلستاں کو بہاروں سے سجا لینے دو

کوچہ یار میں اک شور مچا لینے دو
ہم فقیروں کو بھی آواز لگا لینے دو

ان شراروں کی جگہ پھول لگا لینے دو
اس گلستاں کو بہاروں سے سجا لینے دو

عظمت کلمہ توحید ہمیں جاں سے عزیز
وہ بضد ہیں کہ انہیں کلمہ مٹا لینے دو

دعوت حسن عمل دی تو چمک کر بولے
کوئی دن اور گناہوں کا مزا لینے دو

خود ہی مٹ جائیں گے سب حق کو مٹانے والے
میری آہوں کو سر عرش تو جا لینے دو

عدل و انصاف و محبت کی فضائیں لے کر
اک نئے ارض و سما ہم کو بنا لینے دو

پھر پلٹ آئیں گے سب اہل چمن گلشن میں
اک ذرا ابر بہاراں کو تو چھا لینے دو

ایک تنہائی میں ہی انجمن آرائی ہے
یاد پہ یاد چلی آتی ہے آ لینے دو

جن کی یادوں کے تصور سے ہے آباد جہاں
ان کی تصویر کو آنکھوں سے لگا لینے دو

آبلہ پا ہوں غم عشق سے آنکھیں تر ہیں
یہ سفر مجھ کو بہر طور نبھا لینے دو

اپنے انجام سے غافل ہیں یہ دیوانے لوگ
ان کو ہر تیر ستم مجھ پہ چلا لینے دو

ٹھہر اے پیک اجل حسرت دیدار تو دیکھ!
میرے محبوب کو لندن سے تو آ لینے دو

(سید احسن اسمٰعیل صدیقی)

(دوسری قسط)

قرآن مجید پر معاند اسلام پادری وہیری کے اعتراضات اور ان کے جوابات

(سید میر محمود احمد ناصر)

پادری وہیری دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ قرآن مجید اپنے افتراء ہونے پر گواہی دیتا ہے۔

یہاں پادری وہیری نے اس گواہی کی تفصیل تو نہیں دی جو قرآن مجید (نعوذ باللہ) اپنے افتراء ہونے پر مہیا کرتا ہے مگر ہم یہاں قرآن مجید کے افتراء نہ ہو سکنے کے بعض قرآنی ثبوت پیش کرنے کے بعد ایسے ثبوت پیش کرتے ہیں جس سے وہ صحائف مشتبہ ہو جاتے ہیں جن کو پادری صاحب اپنے صحائف مقدسہ قرار دیتے ہیں۔

قرآن مجید نے اپنی صداقت اور منجانب اللہ ہونے اور اپنے افتراء نہ ہونے کی ایک بنیادی دلیل یہ دی ہے

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

(سورہ البقرہ: ۲۴)

اور یہ چیلنج پیش کیا ہے کہ اگر یہ کتاب افتراء ہے اور انسانی تصنیف ہے تو ایسے تمام لوگوں کو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ تم سب اکٹھے ہو جاؤ اور پورا زور لگا لو، اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دو مگر تم اس قرآن جیسی کتاب نہیں لاسکو گے۔ قرآن کے اس چیلنج پر صدیاں گزر گئیں مگر کوئی اس کے سامنے کھڑا نہ ہو سکا۔

"زمانہ دراز کا تجربہ صحیحہ بھی اسی کا موید اور مصدق ہے کیونکہ باوجود اس کے کہ قرآن شریف برابر تیرہ سو برس سے اپنی تمام خوبیاں پیش کر کے "ھل من معارض" کا نقارہ بجا رہا ہے اور تمام دنیا کو باواز بلند کہہ رہا ہے کہ وہ اپنی ظاہری صورت اور باطنی خواص میں بے مثل و مانند ہے اور کسی جن وانس کو اس کے مقابلہ یا معارضہ کی طاقت نہیں مگر پھر بھی کسی متنفس نے اس کے مقابلہ پر دم نہیں مارا بلکہ اس کی کم سے کم کسی سورۃ، مثلاً سورہ فاتحہ کی ظاہری و باطنی خوبیوں کا بھی مقابلہ نہیں کر سکا"۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱ صـ ۴۰۲، ۴۰۳)

پھر فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۸﴾

(سورہ یونس: ۳۸)

"اس آیت میں پانچ زبردست ثبوت قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کے متعلق دئے ہیں۔ اول ثبوت یہ دیا ہے کہ یہ کتاب ایسے مضامین پر مشتمل ہے جو بندہ اپنے طور پر معلوم ہی نہیں کر سکتا صرف خدا تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے کیونکہ فرمایا کہ یہ قرآن خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر بنایا ہی نہ جا سکتا تھا جس سے صاف اشارہ کر دیا کہ اس میں وہ مضامین ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان امور میں سے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایک امور غیبیہ ہیں یعنی آئندہ زمانہ کی پیش گوئیاں۔

چنانچہ اسی سورۃ میں ہے

فقل انما الغیب للہ"

تو کہہ دے کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ پس جو کلام ایسے مواد پر مشتمل ہو جسے خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا اس کے منجانب اللہ ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ جلد سوم صـ ۷۵، ۷۶)

قرآن مجید میں امور غیبیہ کی مثال کے طور پر ہم سورۃ الروم کی یہ پیش گوئی بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:۔

"روم اور ایران کی سلطنت کی نسبت زبردست پیش گوئی قرآن شریف میں موجود ہے اور یہ اس وقت کی پیش گوئی ہے جبکہ مجوسی سلطنت نے ایک لڑائی میں رومی سلطنت پر فتح پائی تھی اور کچھ زمین ان کے ملک کی اپنے قبضہ میں کر لی تھی تب مشرکین مکہ نے فارسیوں کی فتح اپنے لئے ایک نیک فال سمجھی تھی اور اس سے یہ سمجھا تھا کہ چونکہ فارسی سلطنت مخلوق پرستی میں ہمارے شریک ہے ایسا ہی ہم بھی اس نبیؐ کا استیصال کریں گے جس کی شریعت اہل کتاب سے مشابہت رکھتی ہے۔ تب خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ پیش گوئی نازل فرمائی کہ آخر کار رومی سلطنت کی فتح ہوگی اور چونکہ روم کی فتح کی نسبت یہ پیش گوئی ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ الروم رکھا گیا ہے۔ اور چونکہ عرب مشرکوں نے مجوسیوں کی سلطنت کی فتح کو اپنی فتح کے لئے ایک نشان سمجھ لیا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اس پیش گوئی میں یہ بھی فرما دیا کو جس روز پھر روم کی فتح ہوگی اس روز مسلمان بھی مشرکوں پر فتحیاب ہونگے چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اس بارہ میں قرآن شریف کی آیت یہ ہے کہ:

الٓمّٓ ﴿۲﴾
غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۳﴾
فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۴﴾
فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵﴾

(سورۃ الروم: ۲ تا ۵)

یعنی میں خدا ہوں جو سب سے بہتر جانتا ہوں۔ رومی سلطنت بہت قریب زمین میں مغلوب ہو گئی ہے اور وہ لوگ پھر نو سال تک، تین سال کے بعد مجوسی سلطنت پر غالب ہو جائیں گے۔ اس دن مومنوں کے لئے بھی ایک خوشی کا دن ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تین سال کے بعد نو سال کے اندر پھر رومی سلطنت، ایرانی سلطنت پر غالب آگئی اور اسی دن مسلمانوں نے بھی مشرکوں پر فتح پائی کیونکہ وہ دن بدر کی لڑائی کا دن تھا جس میں اہل اسلام کو فتح ہوئی تھی"۔

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳، صـ ۳۲۰)

قرآن مجید کے امور غیبیہ کو بیان کرنے کی ایک زبردست مثال سورہ الرحمان ہے جس میں دو زبردست گروہوں کو خطاب کیا گیا ہے اور ایک کو جن یعنی بڑے آدمیوں کے لقب سے پکارا گیا ہے اور دوسرے کو انس یعنی عوام کہا گیا ہے اور ان دونوں گروہوں کی ان کوششوں کا ذکر ہے جو وہ زمین و آسمان کی حدود سے باہر نکلنے کے لئے بروئے کار لا رہے ہیں۔ فرماتا ہے:۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۴﴾

(سورۃ الرحمان: ۳۴)

یاد رہے کہ آسمان و زمین کی حدود سے نکلنے کی سنجیدگی کے ساتھ کوشش کرنے کا تصور تو ۱۰۰ سال قبل شائد سائنس Fiction میں بھی مشکل تھا تو ۱۴ سو سال قبل عرب کے صحراء میں جہاں نہ کوئی اکیڈمی تھی نہ یونیورسٹی، نہ لائبریری، آسمان و زمین کی حدود سے دو گروہوں کے نکلنے کی سنجیدہ کوشش کا ذکر غیب کا علم نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جو کتاب اس عظیم الشان غیب کی خبر بتاتی ہے کیا وہ افتراء قرار دی جا سکتی ہے؟

قرآن شریف میں جو امور غیبیہ بیان ہیں اور مستقبل کے بارہ میں جو پیش گوئیاں کی گئی ہیں وہ روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے امور اور معمولی باتوں سے متعلق نہیں بلکہ نہایت عظیم الشان اور غیر معمولی فتوحات اور کامیابیوں کے بارہ میں یہ پیش گوئیاں مکہ کی زندگی اور مدینہ کی ابتدائی زندگی کے دور میں ایسے حالات میں کی گئیں جبکہ فتوحات اور کامیابیوں کا انسانی ذہن شاید تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔

"خیال کرنا چاہئے کہ کس استقلال سے آنحضرتؐ اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر دم تک ثابت قدم اور قائم رہے۔ برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گزرتا تھا بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا۔ بار باز ہر دی گئی اور جو خیر خواہ تھے وہ بد خواہ بن گئے۔ اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں"۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اول صـ ۱۰۸، ۱۰۹)

پھر اسی پر بس نہیں بلکہ:۔

"توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا۔ جو اپنے اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی۔ کیونکہ ان کی طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بد اعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیحؑ کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا نہایت دل جل گیا اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا گیا کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا حضرت عیسیٰ کو نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے کیونکہ ان کو بھی ان کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدار نجات کا صرف توحید ٹھیرائی گئی .... ہریک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دل آزار باتیں سنائی گئیں کہ جس سے سب نے مخالفت پر کمر باندھ لی اور سب کے دل ٹوٹ گئے اور قبل اس کے کہ اپنی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوتی یا کسی کا حملہ روکنے کے لئے طاقت بہم پہنچ جاتی سب کی طبیعت کو ایسا اشتعال دے دیا کہ جس سے وہ خون کے پیاسے ہو گئے۔ زمانہ سازی کی تدبیر تو یہ تھی کہ جیسا بعضوں کو جھوٹا کہا جاتا ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا۔ تا اگر بعض مخالف ہوتے تو بعض موافق بھی رہتے۔ بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا کہ تمہارے ہی لات اور عزیٰ سچے ہیں تو وہ تو اسی دم قدموں میں گر پڑتے اور جو چاہتے ان سے کراتے کیونکہ وہ سب خویش و اقارب اور حمیت قومی میں بے

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

مشل تھے اور ساری بات مانی منائی تھی۔ صرف تعلیم بت پرستی سے خوش ہو جاتے اور بدل و جان اطاعت اختیار کر لیتے لیکن سوچنا چاہئے کہ آنحضرتؐ کا یکلخت ہریک خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف توحید کو جوان دنوں میں اس سے زیادہ کوئی نفرتی چیز نہ تھی اور جس کے باعث سے صدہا مشکلیں پڑتی جاتی تھیں بلکہ جان سے مارے جانا نظر آتا تھا مضبوط پکڑ لینا. یہ کس مصلحت دنیوی کا تقاضا تھا اور جبکہ پہلے اسی کے باعث سے اپنی تمام دنیا اور جمعیت برباد کر چکے تھے تو پھر اسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے کہ جس کو ظاہر کرتے ہی نو مسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت سخت ماریں نصیب ہوئیں، کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا کیا دنیا کمانے کے لئے یہی ڈھنگ تھا کہ ہریک کو کلمہ تلخ جو اس کی طبع اور عادت اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا، سنا کر ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا دیا اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا تھا۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ا ص ۱۰۹، ۱۱۰)

یہ صورت حال تھی جس میں قرآن شریف نے عظیم الشان کامیابیوں اور غلبہ اور فتح کی بشارات دیں اور فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ واپس جانے کی "لرادک الیٰ معاد" کی پیش گوئی کی۔

"قرآن کریم کی پیشین گوئیوں پر نظر ڈالو تو معلوم ہو کہ وہ نجومیوں وغیرہ درماندہ لوگوں کی طرح ہرگز نہیں بلکہ ان میں صریح ایک اقتدار اور جلال جوش مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور اس میں تمام پیشین گوئیوں کا یہی طریق اور طرز ہے کہ اپنی عزت اور دشمن کی ذلت اور اپنا اقبال اور دشمن کا ادبار اور اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی اور اپنی فتح اور دشمن کی شکست اور اپنی ہمیشہ کی سرسبزی اور دشمن کی تباہی ظاہر کی ہے ...... عقل مند لوگ کہ جو اہل انصاف اور خدا ترس ہیں بغور تمام پڑھ کر اور ان سب پیشین گوئیوں کو یکجائی نظر سے دیکھ کر خود انصاف کریں کہ کیا ایسے اخبار غیب بیان کرنا بجز قادر مطلق کسی انسان کا کام ہے۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ا ص ۲۴۱، ۲۴۲)

قران مجید میں:

" خداوند قادر مطلق نے تمام دنیا کے مقابلہ پر، تمام مخالفوں کے مقابلہ پر، تمام دشمنوں کے مقابلہ پر، تمام منکروں کے مقابلہ پر، تمام دولتمندوں کے مقابلہ پر، تمام زور آوروں کے مقابلہ پر، تمام بادشاہوں کے مقابلہ پر، تمام حکیموں کے مقابلہ پر، تمام فلاسفروں کے مقابلہ پر، تمام اہل مذہب کے مقابلہ پر، ایک عاجز ناتواں، بے زر، بے زور، ایک امی ناخوان، بے علم، بے تربیت، کو اپنی خداوندی کے کامل جلال سے کامیابی کے وعدے دئے ہیں۔ کیا کوئی ایمانداروں اور حق کے طالبوں میں سے شک کر سکتا ہے کہ یہ تمام مواعید کہ جو اپنے وقتوں پر پورے ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں یہ کسی انسان کا کام ہے؟ دیکھو ایک غریب اور تنہا اور مسکین نے اپنے دین کے پھیلنے اور اپنے مذہب کی جڑھ پکڑنے کی اس وقت خبر دی کہ جب اس کے پاس بجز بے سامان درویشوں کے اور کچھ نہ تھا اور تمام مسلمان صرف اس قدر تھے کہ ایک چھوٹے سے حجرہ میں سما سکتے تھے اور انگلیوں پر نام بنام گنے جا سکتے تھے، جن کو ایک گاؤں کے چند آدمی ہلاک کر سکتے تھے، جن کا مقابلہ ان لوگوں سے پڑا تھا کہ جو دنیا کے بادشاہ اور حکمران تھے۔ اور جن کو ان کی قوموں کے ساتھ سامنا پیش آیا تھا کہ جو باوجود کروڑوں مخلوقات ہونے کے ان کے ہلاک کرنے اور نیست و نابود کرنے پر متفق تھے، مگر اب دنیا کے کناروں پر نظر ڈال کر دیکھو کہ کیونکر خدا نے انہیں ناتواں اور قدر قلیل لوگوں کو دنیا میں پھیلا دیا۔ اور کیونکر ان کو طاقت اور دولت اور بادشاہت بخش دی۔ اور کیونکر ہزارہا سال کے تخت نشینوں کے تاج اور تخت ان کے سپرد کئے گئے۔ ایک دن وہ تھا کہ وہ جماعت اتنی بھی نہیں تھی کہ جس قدر ایک گھر کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور اب وہی لوگ کئی کروڑ دنیا میں نظر آتے ہیں۔ خداوند نے کہا تھا کہ میں اپنے کلام کی آپ حفاظت کروں گا۔ اب دیکھو کیا یہ سچے ہیں یا نہیں کہ وہی تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ اس کے کلام کے پہنچائی تھی وہ برابر اس کی کلام میں محفوظ چلی آتی ہے اور لاکھوں قرآن شریف کے حافظ ہیں کہ جو قدیم سے چلے آتے ہیں۔ خدا نے کہا تھا کہ میری کتاب کا کوئی شخص حکمت میں، معرفت میں، بلاغت میں، فصاحت میں، احاطہ علوم ربانیہ میں، بیان دلائل دینیہ میں، مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ سو دیکھو کسی سے مقابلہ نہیں ہو سکا اور اگر کوئی اس سے منکر ہے تو اب کر کے دکھلا دے۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ا ص ۲۶۶، ۲۷۰، بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱)

○ ۔ قرآن مجید نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور افتراء نہ ہونے کی "دوسری دلیل" سورۃ یونس کی آیت ۳۸ میں یہ پیش فرمائی ہے کہ:

"جس طرح اس کی اپنی پیش گوئیاں اس کے "من دون اللہ" ہونے کے خیال کو غلط ثابت کرتی ہیں۔ اسی طرح پہلے انبیاء کی پیش گوئیاں بھی اس خیال کو غلط ثابت کرتی ہیں کیونکہ پہلے انبیاء کا کلام بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں بھی اس کے متعلق بہت سی پیش گوئیاں ہیں۔ اگر اسے تسلیم نہ کرو گے تو سب انبیاء کو جھوٹا قرار دینا ہو گا کیونکہ ان کی وہ پیش گوئیاں جو اس کے متعلق ہیں غلط تسلیم کرنا ہونگی"۔

(تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ جلد سوم ص ۷۶)

"**تیسری دلیل** (قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے اور افتراء نہ ہونے کی) یہ دی ہے کہ قرآن کریم پہلی کتب کی تفصیل کرتا ہے یہ بھی ایک زبردست ثبوت قرآن کریم کی صداقت کا ہے۔ بغیر قرآن کریم کے مضامین سے مدد لینے کے کوئی پہلی کتاب حل نہیں ہو سکتی۔ توراۃ، انجیل، وید، ژند اوستا سب کتب میں توحید، صفات باری کے ظہور، وحی، نبوت، بعد الموت امور، اخلاق، امور روحانیہ وغیرہا کے متعلق بحثیں ہیں لیکن کوئی کتاب بھی ان امور کو واضح کر کے بیان نہیں کرتی بلکہ قرآن کریم کی مدد سے ان کو حل کرنا پڑتا ہے۔

توحید سب سے بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اسی کو لے لو۔ ان سب کتب میں اس کا ذکر ہو گا مگر بالا جمال۔ چنانچہ قرآن کریم سے پہلے کی جو کتب توحید کے متعلق ان کتب کے پیروؤں نے لکھی ہیں یا جو مضامین لکھے ہیں انہیں پڑھ کر دیکھ لو تو وہ توحید کے متعلق بہت ہی ناقص معلومات دیتی ہیں مگر قرآن کریم کے بعد ان کے پیروؤں کی کتب کا رنگ ہی اور ہو گیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی مطالب کے پھیلنے سے ان لوگوں پر اصل حقیقت کھلی اور ان کی مدد سے انہوں نے اپنے مذہب کے عقائد کی تشریح کی۔

نبوت کا مسئلہ ایسا اہم مسئلہ ہے لیکن توراۃ اور انجیل اور دوسری کتب اس کے متعلق اس حد تک خاموش ہیں کہ ان کے پیرو اب تک نہیں بتا سکتے کہ نبی سے مراد ان کی کتب میں کن لوگوں سے ہے۔ مگر قرآن کریم نے اس مضمون کو بھی خوب واضح کیا ہے۔ یہی دوسرے اہم مسائل کا حال ہے۔

پس اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ پہلی کتب کے مطالب کی تفصیل اس کتاب سے ملتی ہے اگر تم اس کتاب کا انکار کرو گے تو ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ وہ باتیں اپنی کتب میں بیان نہ کر سکا جو اس شخص نے ایک چھوٹی سی کتب میں بیان کر دیں۔ پس یا اسے سچا ماننا پڑے گا یا پہلی کتب کو بھی جھوٹا ماننا پڑے گا۔

چوتھی دلیل یہ دی کہ اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے یعنی یہ کتاب اپنے دلائل خود بیان کرتی ہے۔ کسی کی مدد کی محتاج نہیں۔ اس میں مضامین ایسے رنگ میں بیان ہوئے ہیں کہ جو شخص ان پر پورے طور پر تدبر کرے اسے ساتھ کے ساتھ دلائل ملتے جاتے ہیں اور شک اس کتاب کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ خود دلائل بیان کر دیتی ہے۔ بلکہ شک اگر پیدا ہوتا ہے تو انسان کی اپنی غفلت اور سستی کی وجہ سے اور یہ امر بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ یہ بات کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہے کہ وہ امور غیبیہ کو پورے طور پر ثابت کر سکے کیونکہ ان میں سے کئی خالی عقلی دلیل سے ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے ساتھ مشاہدہ کی دلیل کے بھی محتاج ہوتے ہیں اور امور غیبیہ کے لئے مشاہدہ کے سامان پیدا کر دینا انسان کی طاقت سے بالا ہے۔

پانچویں دلیل یہ دی کہ یہ کلام رب العالمین کی طرف سے ہے یعنی ان کی تعلیم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے رب العالمین کی صفت ظاہر ہوئی ہے۔ کسی قوم یا کسی زمانہ سے مخصوص نہیں۔ جس طرح کہ پہلی کتبہ ہوتی تھیں۔ بلکہ سب اقوام اور سب زمانوں کے لئے ہیں اور ہر زمانہ کی ضرورتوں اور اس کے مفاسد کا اس میں خیال رکھا گیا ہے اور یہ امر بھی کسی انسان کی طاقت میں نہیں کہ وہ سب اقوام اور سب زمانوں کا خیال رکھ سکے۔ انسان تو اپنے گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہوتا ہے اور اپنی ان ضرورتوں کا خیال رکھتا ہے جو اس کے سامنے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ایسی تعلیم آ سکتی ہے جو ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے یکساں مفید ہو اور زمانہ کے تغیرات اس پر کوئی اثر نہ ڈال سکیں اور انسانی فطرت کے تمام تقاضاؤں اور تمام احساسات کا اس میں خیال رکھا گیا ہو۔ قران کریم میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ وہ یکساں طور پر تمام انسانی طبائع کا لحاظ رکھتا ہے نہ اس میں یہ تعلیم ہے کہ تو رحم ہی کئے جا اور نہ یہ کہ تو معاف ہی نہ کر بلکہ یہ تعلیم ہے کہ تو رحم کے موقع پر رحم کر اور سزاء کے موقع پر سزا دے۔ اسی طرح تمام تعلیمات اس کی ایسی ہیں کہ ان میں تمام طبائع زمانوں کا لحاظ رکھا گیا ہے اور جاہل اور عالم کا خیال رکھا گیا ہے اور یہ ایک زبردست ثبوت اس کے خدا کا کلام ہونے کا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین"

(تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ جلد سوم ص ۷۷، ۷۸)

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ قرآن مجید میں کثرت سے امور غیبیہ کا بیان ہے جو اس کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ہیں۔ اور اس کی مثال کے طور پر کچھ نمونے آئندہ زمانہ میں پوری ہونے والی پیش گوئیوں کے دئے گئے ہیں جو قرآن شریف میں درج ہیں۔ مگر قرآن شریف کے امور غیبیہ کا بیان صرف پیش گوئیوں تک محدود نہیں بلکہ بعض ایسی صداقتوں کے بیان پر بھی قرآن شریف مشتمل ہے جو قرآن کریم کے نزول کے

باقی صفحہ نمبر ۱۹ پر ملاحظہ فرمائیں

ASIAN JEWELLERY AT DISCOUNTED PRICES
LATEST DESIGNS IN STOCK
UK DELIVERY ARRANGED
CUSTOMER DESIGNS WELCOME
REPAIRS AND ALTERATIONS
DULHAN JEWELLERS
126 MILTON STREET
PALFREY, WALSALL
WEST MIDLAND WS1 4LH
PHONE 0922 33228

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

خطبہ جمعہ

جب قومیں پھٹ جاتی ہیں تو نبوت کے فیض کے بغیر اکٹھی نہیں ہوا کرتیں۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۲۷ مئی ۱۹۹۴ء مطابق ۲۷ ہجرت ۱۳۹۳ ہجری شمسی بمقام ناصر باغ (گروس گیراؤ - جرمنی)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾
(آل عمران : ۱۰۴)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کا پندرھواں سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے اور آج کے جمعہ ہی کے دوران یا اسی ذریعہ سے ان کے اجتماع کا افتتاح ہو گا۔ یعنی افتتاح کی کسی الگ تقریب کی ضرورت نہیں یہی جمعہ ان کے اجتماع کا افتتاح ہے۔ اس کے ساتھ کچھ اور دنیا کے ممالک میں بھی بعض مجالس یا بعض اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں ان کے نام بھی میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور جو آج کے پیغامات ہیں وہ ان سب کے لئے مشترک ہیں۔

مجلس مشاورت جماعت احمدیہ (U.K.) آج ۲۷ مئی سے شروع ہو رہی ہے۔ تین دن تک جاری رہے گی۔ مجلس خدام الاحمدیہ بریمپٹن کینیڈا کا ایک روزہ سالانہ اجتماع کل بروز ہفتہ شروع ہو رہا ہے۔ جماعت احمدیہ ملائشیا کا جلسہ سالانہ ۲۹ مئی سے ۳۱ مئی تک منعقد ہو رہا ہے۔ اس علاقے کے قریبی ممالک سے بھی بہت سے نمائندگان اس میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ امریکہ کے ساؤتھ ریجن کے خدام، اطفال اور لجنہ کی ذیلی تنظیموں کے سالانہ اجتماع ۲۸ اور ۲۹ مئی بروز ہفتہ اور اتوار منعقد ہوں گے۔

جس آیت کریمہ کی میں نے تلاوت کی ہے یہ آل عمران کی آیت ۱۰۴ ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم سب مضبوطی کے ساتھ اللہ کی رسی کو تھام لو اور باہمی منقسم نہ ہو، ایک دوسرے سے پھٹ کر الگ نہ ہو جاؤ۔ "واذکروا نعمت اللہ علیکم" اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جبکہ تم باہم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا۔ "فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" تو تم اللہ کی نعمت کے ذریعے بھائی بھائی ہو گئے۔ "وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار" اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے تو اس نے تمہیں اس میں گرنے سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نشانات کو کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

"حبل اللہ" سے کیا مراد ہے اس کے متعلق ایک دفعہ میں نے ایک گزشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی حبل اللہ ہیں۔ لیکن حبل اللہ کا صرف ایک ہی مفہوم نہیں۔ خود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ثابت ہے کہ قرآن کریم حبل اللہ ہے۔ پس کیا ان دونوں باتوں میں کوئی فرق ہے یا ایک ہی مضمون کے بیان کے دو پہلو ہیں۔ میرے نزدیک ایک ہی مضمون کے بیان کرنے کے دو الگ الگ انداز ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا دامن تھامے بغیر قرآن کچھ بھی فائدہ کسی کو نہیں پہنچا سکتا اور حقیقی قرآن کا مفہوم انسان پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وسیلے کے بغیر روشن نہیں ہو سکتا۔ پس اگرچہ کتاب اللہ ہی حبل اللہ ہوتی ہے مگر اس حبل اللہ کا نمائندہ جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کتاب اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جاتا ہے وہ بھی حبل اللہ ہی کی ایک دوسری صورت ہے۔ پس اس پہلو سے میں پھر اسی بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ حبل اللہ سے مراد قرآن کریم بھی ہے۔ قرآن کریم اول طور پر ان معنوں میں کہ قرآن کے نزول سے ہی محمد مصطفیٰؐ کا وجود ظہور میں آتا ہے۔ اسی لئے کتابوں پر ایمان پہلے رکھا گیا ہے اور انبیاء پر ایمان اس کے بعد رکھا گیا ہے۔ کتاب نبی بناتی ہے اور کتاب ہی سے نبی بنتا ہے مگر اس نبی کو نظر انداز کر کے محض کتاب پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش ایک شیطانی کوشش ہے، نفس کا دھوکہ ہے۔ حقیقت میں خواہ وہ قرآن ہو یا تورات ہو یا انجیل یا کوئی اور نام اس کتاب کا رکھ لیجئے جب تک اس نبی کے ساتھ تعلق نہ باندھا جائے جس پر کتاب نازل ہوئی ہے اور سلسلہ وار اس تعلق کو آگے بڑھایا نہ جائے اس وقت تک حقیقت میں حبل اللہ کو تھامنے کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ قرآن کی زندہ مثال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے اور آپ ہی کی زبان سے ہم نے قرآن کو سمجھا اور آپ ہی کی ذات میں قرآن جلوہ گر دیکھا۔ آپ کی ذات میں قرآن کریم چمکا ہے اور اس کے مضامین روشن ہو کر ہمارے سامنے ایک زندہ وجود کے طور پر آئے ہیں اور آپ کے بعد یہی سلسلہ خلافت کے ذریعے جاری ہوا۔ پھر مجددیت کے ذریعہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا۔ پس یہ سارا سلسلہ وہی حبل اللہ ہی کا سلسلہ ہے کوئی الگ سلسلہ نہیں۔ پس اس سلسلے کو مضبوطی سے تھام لیں۔ یہی وہ مضمون ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اگر اس کو مضبوطی سے تھام لیں گے تو اس کا پہلا اثر اور پہلا فیض آپ یہ دیکھیں گے کہ آپ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ آپ کے بٹے ہوئے دل جو قریب تھا کہ آپ کو لے کر آگ میں جا پڑتے، وہ بٹے ہوئے دل مجتمع ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو آپس میں باندھ دیا۔ اور اس باندھنے کے ذریعے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ آپ پھر منتشر ہونے کی بجائے مجتمع ہوئے اور ایک ملت واحدہ کے طور پر آپ کا وجود ابھرا۔ یہ ہے حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنا اور اس کی ظاہری علامت جو دنیا میں دکھائی دینے لگتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے لفظ "نعمت" کو استعمال فرمایا ہے "فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" تم اس کی نعمت کے ذریعے بھائی بھائی بنے ہو۔ نعمت سے جیسا کہ آپ قرآن کریم کے محاورے سے معلوم کر سکتے ہیں اول مراد نبی ہوتا ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ جب قومیں پھٹ جاتی ہیں تو نبوت کے فیض کے بغیر وہ دوبارہ اکٹھی نہیں ہوا کرتیں۔ کوئی دنیا کی طاقت مذہبی لحاظ سے پھٹی ہوئی اور پھٹتی ہوئی قوموں کو دوبارہ ایک ہاتھ پر جمع نہیں کر سکتی سوائے نبوت کے۔ پس ان معنوں میں نبوت حبل اللہ ہے۔ شریعت کے لئے کتاب اترتی ہے مگر اس کتاب کے ساتھ تعلق نبوت کے ذریعے قائم ہوتا ہے اور جب ایک دفعہ ایک ہاتھ پر جمع ہونے کے بعد پھر قومیں پھٹ جاتی ہیں تو پھر نبوت ہی کا فیض ہے جو انہیں دوبارہ اکٹھا کیا کرتا ہے۔ "فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" میں یہ پیغام ہے اور جماعت احمدیہ اس پیغام کی ایک زندہ حقیقت بن کر منصہ شہود پر ابھری ہے۔ ایک زندہ ثبوت بن کر ظاہر ہوئی ہے۔ تمام دنیا میں دوسرے مسلمان فرقوں اور مذاہب کو دیکھ لیں جب وہ ایک دفعہ پھٹنے شروع ہوئے تو پھٹتے چلے گئے۔ ان سے وحدت جاتی رہی۔ ایک ہاتھ پر وہ اکٹھے پھر نہ ہو سکے۔ نہ وہ ہاتھ آسمان سے اترا نہ ان کو توفیق ملی کہ اس ہاتھ میں ہاتھ دے کر وہ پھر اکٹھے ہو جائیں۔ ان کے دل بٹے تو پھر بٹتے ہی رہے۔ ان کے باہمی عناد اور زیادہ دشمنی میں تبدیل ہوتے رہے۔ لیکن دشمنوں نے محبت کا روپ پھر نہ دھارا۔ ایک ایسی دردناک کہانی ہے جو تمام عالم میں اسی طرح آپ کو چسپاں ہوتی ہوئی دکھائی دے گی۔ آج صرف جماعت احمدیہ ہے کہ اللہ کے فضل اور رحم کے ساتھ یہ اعلان عام کر سکتی ہے کہ کسی نے اگر حبل اللہ پر اکٹھے ہوتے ہوئے کسی کو دیکھنا ہے تو آئے اور جماعت احمدیہ کا مشاہدہ کرے۔ تمام دنیا میں ایک سو چونتیس ممالک میں پچھلے سال تک تھا اور اب یہ سلسلہ ایک سو چالیس ممالک تک پھیل چکا ہے۔ تو دنیا کے ایک سو چالیس ممالک میں

مختلف مذاہب سے جو پہلے مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ لوگ مختلف زبانیں بولنے والے، مختلف رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے، مختلف سیاسی مملکتوں میں بسنے والے یا ان کے باشندے آج ایک ہاتھ پر اس طرح اکٹھے ہو گئے ہیں کہ ایک ملت واحدہ وجود میں آگئی ہے۔ اگر یہ اللہ کی نعمت کے ساتھ نہیں تھا تو کیسے ممکن تھا۔ پس وہ خدا کی نعمت دوبارہ نبوت کے طور پر ہم میں اتری ہے اور وہی محمدی نبوت ہے۔ وہی اللہ اور رسول کی محبت میں قائم ہونے والی جماعت ہے جسے خدا تعالیٰ نے نبوت کی نعمت سے پھر نوازا ہے۔ جو دوبارہ ایک ہاتھ پر جمع ہو چکی ہے۔ ایک ہی ہاتھ پر اٹھتی ہے ایک ہی ہاتھ پر بیٹھ جاتی ہے۔ ایک ہی اشارے پر حرکت کرتی ہے اور ایک ہی آواز پر لبیک کہتی ہے۔ اگرچہ جواب دینے والوں کی زبانیں مختلف ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ سینکڑوں زبانیں بول رہے ہوں۔ لیکن دل کی آواز وہی ہے کہ لبیک اللھم لبیک۔ اے ہمارے اللہ تیرے نام پر جو آواز بلند ہوئی ہے ہم اس کے جواب میں لبیک کہتے ہیں اور لبیک کہتے چلے جائیں گے۔

پس یہ وہ مضمون ہے، امت واحدہ بنانے والا، جس کو قرآن کریم کی اس آیت کے حوالے سے میں آپ کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں اور یہ بتاتا ہوں کہ قرآن کریم نے جو مثال دی ہے وہ ایک طرف اللہ کی نعمت کو ہم پر خوب کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ دوسری طرف ہر قسم کے پیش آمدہ خطرات کو دکھانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا حال یہ تھا کہ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نعمت پر اکٹھے ہو جانے والو! تمہارا حال یہ تھا کہ تم آپس میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ دل بھی پھٹے ہوئے تھے۔ قبائل بھی جدا جدا تھے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ تم اس آگ میں جا پڑو جس کے کنارے تک تم پہنچ چکے تھے۔ باہمی نفرتیں، باہمی اختلافات، باہمی دشمنیاں، ان کی مثال قرآن کریم نے ایک ایسے آگ کے گڑھے سے دی ہے جس کے کنارے پر آپ کھڑے ہوں اور بعید نہ ہو کہ وہ کنارہ منہدم ہو اور اپنے اوپر کھڑے ہونے والوں سمیت جہنم میں جا پڑے۔ فرمایا خدا نے اپنی نعمت سے تمہیں اس سے بچالیا تمہارے دلوں کو باندھ دیا اور ایک کر دیا اسے یاد رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ دوبارہ تم پھر وہی حرکت کرو اور جس خوفناک انجام سے تم بچائے گئے ہو دوبارہ آنکھیں کھولتے

اگرچہ کتاب اللہ ہی حبل اللہ ہوتی ہے مگر اس حبل اللہ کا نمائندہ جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کتاب اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جاتا ہے وہ بھی حبل اللہ ہے

ہوئے اس انجام کی طرف آگے بڑھو۔ یہ وہ تنبیہ ہے جو اس مبارکباد کے ساتھ شامل ہے اور ہمیں چونکہ ابھی بہت لمبا سفر کرنا ہے۔ بہت عرصہ لگے گا، ایک احمدی کی بھی بات نہیں۔ ہو سکتا ہے پوری دو مزید صدیاں اس کام کے پایہ تکمیل تک پہنچنے میں لگ جائیں۔ اس لئے اس ایک بات کو مضبوطی سے پکڑلیں کہ قرآن پر ہاتھ ڈالنا ہے اور اس طاقت کے ساتھ ڈالنا ہے کہ کبھی وہ ہاتھ پھر قرآن سے جدا نہ ہو۔ اور قرآن پر ہاتھ ڈالنا ہے محمد مصطفیٰؐ کا دامن پکڑ کر اور آپ کے قدموں کو چھو کر اور آپ سے وابستہ ہو کر اور اس عزم صمیم کے ساتھ کہ سر الگ ہو جائیں مگر محمد مصطفیٰؐ کے قدموں سے الگ نہیں ہونگے۔ ہاتھ کاٹے جائیں مگر محمد مصطفیٰؐ کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ یہ ہے وہ حبل اللہ کو پکڑ لینا جس کے نتیجے میں یہ اجتماعیت کا فیض جو آج بھی آپ دیکھ رہے ہیں، پہلے بھی دیکھتے رہے ہیں، کل بھی اور پرسوں بھی اور میں امید رکھتا ہوں کہ صدیوں تک دیکھتے چلے جائیں گے۔ یہ فیض آپ کے ساتھ دائمی برکت کے طور پر رہے گا۔ یہ قدرت ثانیہ بن کر آپ کا ساتھ دے گا اور آپ کو نہیں چھوڑے گا مگر ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ آپ حبل اللہ کو نہ چھوڑنا۔ حبل اللہ سے چمٹے رہیں اور ہر قربانی پیش کر دیں مگر حبل اللہ سے الگ ہونے کا تصور بھی نہ کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبل اللہ کے ساتھ چمٹے رہنے کی جہاں نصیحت فرمائی وہاں اس کا ایک ایسا حل پیش کیا جو بظاہر چھوٹی چھوٹی معمولی سی نصیحتوں پر مشتمل دکھائی دیتا ہے۔ مگر وہی حل ہے جس میں حبل اللہ کی ساتھ چمٹے رہنے کی روح موجود ہے۔ اس کے بغیر آپ اس نعمت کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اور وہ حل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ پیش فرمایا کہ اخلاق حسنہ پر قائم ہو جاؤ۔ اب بظاہر حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کا اخلاق حسنہ سے کوئی ایسا تعلق تو دکھائی نہیں دیتا کہ گویا ایک ہی چیز کے دو نام ہوں۔ مگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاک نمونے اور آپ کی پاک نصائح پر جب آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اخلاق حسنہ یعنی وہ اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جن کی بنیادیں عشق الٰہی میں گڑی ہوئی ہیں ان کے اخلاق کے بغیر کوئی دنیا کی جماعت ایک ہاتھ پر اکٹھی نہیں رہ سکتی۔ ان اخلاق حسنہ کے بغیر کوئی دل آپس میں ملے نہیں رہ سکتے۔ ان اخلاق حسنہ کے بغیر کوئی ملت، ملت واحدہ نہیں کہلا سکتی کیونکہ اخلاق حسنہ سے دوری ہی دراصل دلوں کو پھاڑنے کا دوسرا نام ہے اور یہ بنیادی روح ہے جس کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیشہ پیش نظر رکھا اور اسی طریق کے مطابق جماعت صحابہ کی تربیت فرمائی۔ پس وہی مضمون ہے جو میں گزشتہ چند خطبات سے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اور اس مضمون کو آج کی دنیا میں غیر معمولی اہمیت ہے جب تک جماعت احمدیہ اخلاق حسنہ کے ذریعے خود باہم محبت کے رشتوں میں مضبوطی کے ساتھ باندھی نہیں جاتی تمام دنیا کو ایک ہاتھ پر جمع کرنے کا خیال ہی محض ایک خواب ہے ایک دیوانے کی بات ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ پس ان باتوں کو غور سے سنیں اور سمجھیں اور

جب تک اس نبی کے ساتھ تعلق نہ باندھا جائے جس پر وہ کتاب نازل ہوئی ہے اور سلسلہ وار اس تعلق کو آگے بڑھایا نہ جائے اس وقت تک حقیقت میں حبل اللہ کو تھامنے کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے

مضبوطی سے ان باتوں کو پکڑلیں کیونکہ یہ حبل اللہ تک پہنچانے والی باتیں ہیں۔ یہی وہ باتیں ہیں جن کو مضبوطی سے دل میں بٹھا کر آپ حبل اللہ کا فیض پائیں گے اور آپ کے دل اکٹھے ہونگے اور باہم مضبوط رشتوں میں باندھے جائیں گے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم چھوٹی چھوٹی پیاری پیاری باتوں میں نصیحت فرماتے ہیں اور ہر نصیحت کے پیچھے ایک عرفان کا خزانہ ہے۔ اس پر آپ غور کریں اور روزمرہ کی زندگی میں اس کا آپ اطلاق کر کے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ قوموں کی اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لئے یہ بظاہر چھوٹی دکھائی دینے والی نصیحتیں کتنی عظمت رکھتی ہیں۔

کوئی زندگی کا ایسا گوشہ نہیں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نصیحت نہ فرمائی ہو۔ نہ گھر کے حالات ایسے ہیں جن پر آپ کی نظر نہ گئی ہو، نہ امن کے حالات ہیں، نہ جنگ کے حالات ہیں۔ نہ دن کے نہ رات کے، کوئی لمحہ وقت کا ایسا نہیں، کوئی انسانی مصروفیت ایسی نہیں، جس کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحتوں کا تعلق نہ ہو۔ گویا کہ ایسا نور ہے جو انسانی ضروریات کے ہر گوشے پر پڑ رہا ہے، ہر حصے کو منور کر رہا ہے۔ پس اس پہلو سے ان تمام نصیحتوں پر نظر رکھنا آپ کی اخلاقی قدروں کو قائم کرنے کے لئے اور اعلیٰ سطح پر بلند رکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ تم رستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم وہاں بیٹھنے پر مجبور ہیں اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ مراد یہ تھی کہ امراء تو ایسے ہوتے ہوں گے جن کے پاس احاطے ہیں۔ بعض زمیندار ہیں جن کے پاس ڈیرے ہوتے ہیں تو غریب بے چارے کہاں جائیں۔ ان کے لئے تو یہی ممکن ہے کہ بازار میں نکلیں سڑکوں پر کسی جگہ بیٹھ رہیں اور وہیں مجلس لگالیں تو انہوں نے ایک جائز عذر پیش کیا کہ یا رسول اللہ پھر ہم کیا کریں، کہاں جائیں۔ ہمارے تو گھر بھی چھوٹے چھوٹے۔ ان میں بھی لوگوں کو نہیں بلا سکتے تو مجلسیں کہاں کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جب تم وہاں بیٹھنے پر مجبور اور مصر ہو (یعنی مجبوری کو قبول فرمالیا اور فرمایا تم اصرار بھی کر رہے ہو) تو پھر راستے کو اس کا حق دیا کرو۔ مفت میں نہ بیٹھو اس کی قیمت ادا کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ راستے کا حق کیا ہے یا رسول اللہ۔ تو آپؐ نے فرمایا نظریں نیچی رکھنا، دکھ دینے سے بچنا، سلام کا جواب دینا، نیک بات کی تلقین کرنا اور بری بات سے روکنا۔ (بخاری کتاب الاستئذان باب یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا)۔

اب اگر ایسے لوگ بازاروں میں بیٹھے ہوں اور رستے میں بیٹھے ہوں تو ان رستوں کے لئے تو

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

زینت بن جائیں گے، ان رستوں کی رونق بن جائیں گے، اس کے ذریعے راستے کشادہ ہو جائیں گے بجائے اس کے کہ یہ لوگ تنگی کا موجب بنیں اور راہ کی ٹھوکر بنیں یہ راہ کی ٹھوکروں سے بچانے والے بن جائیں گے۔ پس جہاں بھی آپ جاتے ہیں جس بازار سے بھی نکلتے ہیں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس نصیحت کو پیش نظر رکھا کریں اس سلیقے سے جائیں کہ آپ کی ذات سے کسی کو دکھ نہ پہنچے۔ آپ کی نگاہیں ان جگہوں پر نہ پڑیں جہاں نہیں پڑنی چاہئیں۔ آپ سلام کا جواب دیں اور ایک دوسری جگہ فرمایا "افشوا السلام" سلام کو خود رواج دو۔ سلام کے جواب دینے کا جو یہاں ذکر فرمایا ہے اور سلام کرنے کی نصیحت نہیں فرمائی اس میں ایک حکمت ہے کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو آداب ہمیں سکھائے ہیں ان کی رو سے چھوٹا جب بڑے کو دیکھتا ہے تو پہلے چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔ یعنی بیٹھے رہنے والے کا کام نہیں ہے کہ وہ ہر چلتے پھرتے کو سلام کرتا جائے بلکہ چلنے والا بیٹھے رہنے والے کو جو کسی جگہ بیٹھا ہو اس جگہ وہاں سے گزرتے ہوئے حق ادا کرے اور اس کو سلام کرے۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات میں کہیں ادنیٰ سا بھی تضاد دکھائی نہیں دیتا۔ آپ کی نصیحتوں میں بھی کہیں آپس میں کوئی تصادم نہیں ہے۔ پس یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ رستے کا حق ادا کرو اور اس طرح ادا کرو کہ جب تم بیٹھے ہو تو چلتے پھرتے لوگوں کو سلام کرتے رہو۔ فرمایا سلام کا جواب دو کیونکہ چلنے والوں کا کام ہے اور انہیں کو نصیحت ہے کہ وہ جب کسی مجلس کے پاس سے گزریں تو اس کو سلام کہہ کر گزریں۔ نیک بات کی تلقین کرو۔ وہاں بیٹھ کر بیہودہ سرائی نہ کرو۔ بعض دفعہ یہ مجلسیں لگتی ہیں وہ مجلسیں ضروری نہیں کہ سڑک کے کنارے لگی ہوں۔ ہوٹلوں میں بھی لگتی ہیں، چائے کی دوکانوں مین بھی لگتی ہیں، حلوائیوں کی دوکانوں پر بھی لگتی ہیں۔ ان کے سامنے کھڑے ہو کر لوگ گپیں مار رہے ہوتے ہیں۔ مگر جہاں جہاں بھی یہ مجلسیں لگتی ہیں بالعموم آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحت سے عاری نظر آتی ہیں۔ نہ وہاں نیکی کی باتوں کی تلقین ہو رہی ہے، نہ وہاں کسی کے سلام کا جواب دینے کی پرواہ ہوتی ہے، نہ نظروں کو ادب سکھایا جاتا ہے، نہ بری باتوں سے روکا جاتا ہے۔ پس یہ وہ اسلوب ہیں جن کو امت واحدہ جب اختیار کرتی ہے تو جمیعت میں مزید طاقت عطا ہوتی ہے۔ آپس کے رشتے پہلے سے بڑھ کر مضبوطی سے باندھے جاتے ہیں۔ پس ان نصیحتوں کو ہر بازار میں اپنے ساتھ اپنی حرز جان بنا کر لے جایا کریں اور ان پر عمل کیا کریں۔

کوئی دنیا کی طاقت مذہبی لحاظ سے پھٹی ہوئی اور پھٹتی ہوئی قوموں کو دوبارہ ایک ہاتھ پر جمع نہیں کر سکتی سوائے نبوت کے

ایک روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بخاری سے لی گئی ہے اور پہلی روایت بھی بخاری سے لی گئی تھی۔ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کونسا اسلام افضل اور بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کھانا کھلانا اور ہر ملنے والے کو خواہ جان پہچان ہو یا نہ ہو سلام کہنا۔ (بخاری کتاب الاستیذان، باب السلام للمعرفۃ و غیر معرفۃ)۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ایک ہی سوال جب مختلف وقتوں میں کیا جاتا تھا اور سوال کرنے والا ایک خاص کردار کا مالک ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس ایک ہی سوال کے مختلف جواب دیا کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے کلام میں کوئی تضاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پوچھنے والے کو اس کے موقع اور محل کا جواب دیا جائے۔ ایک ایسا آدمی آیا جو اپنی ماں سے حسن سلوک نہیں کرتا تھا یا اس کا حق ادا نہیں کرتا تھا۔ اس کو فرمایا کہ ماں کی خدمت سب سے بڑا جہاد ہے۔ اور ایک اور موقع پر جہاد کی دوسری تعریف فرمادی۔ چنانچہ حسب حال نصیحت فرمانا بھی سنت ہے۔ جب آپ نیک نصیحت کریں گے اور بری باتوں سے روکیں گے تو اس وقت بھی اس طرز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پیش نظر رکھیں کہ یونہی آنکھیں بند کر کے ہر اچھی بات کرتے چلے جانا، ہر بری بات سے روکنا یہ مراد نہیں ہے۔ موقع اور محل دیکھ کر ایسی نصیحت کریں جو جس کو سنائی جائے اس سے تعلق رکھتی ہو اور اسے فائدہ پہنچانے والی ہو۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کھانا کھلانا سب سے افضل کام ہے حالانکہ بہت سی دوسری احادیث میں مختلف کام ہیں جو افضل بتائے گئے ہیں۔ اور ایک افضل کا مطلب ہے جو سب سے اچھا ہو تو پھر دوسرا افضل اس سے مختلف کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ وہ سوال ہے جس کا میں آپ کو جواب سمجھا رہا ہوں۔ ہر شخص کے نقطہ نگاہ سے اس کے حالات پر چسپاں ہونے والا افضل اپنے معنے بدلتا رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا شخص آپ کے پیش نظر ہو جو کنجوس ہو، جو مہمان نوازی میں کمزور ہو تو اس کو یہ نصیحت فرمائی کہ سب سے افضل اسلام یہ ہے کہ لوگوں کو کھانا کھلایا کرو اور پھر دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ ہر ملنے والے کو خواہ جان پہچان نہ ہو سلام کہا کرو۔ یہ بھی میرے نزدیک اسی مزاج کے ساتھ تعلق رکھنے والی بات ہے۔ جو شخص فطرتاً خسیس ہو اور لوگوں تک اپنا فیض آگے بڑھ کر نہ پہنچائے وہ بے وجہ ہر شخص کو سلام بھی نہیں کرتا۔ اس سے بڑا اس کے فائدے کا آدمی نظر آجائے تو اسے جھک کر بھی سلام کرے گا۔ اس کے سوا ہر آیا گیا اس کے لئے اجنبی ہے اور بے معنی ہے۔ پس جس شخص کو آپ نصیحت فرما رہے ہیں اس کی بنیادی کمزوری کو پیش نظر رکھا ہے اور فرمایا کہ تم کھانا کھلانے میں کمزور ہو یہ کہا تو نہیں مگر مراد یہی تھی تم کھانا کھلایا کرو یہ بہت اچھا کام ہے اور اسی طرح سلام میں نہ صرف پہل کرو بلکہ ہر ایک کو سلام کیا کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے روایت ہے یہ بھی بخاری سے یہ لی گئی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اس غرض سے نہ اٹھائے کہ تا وہ خود اس جگہ بیٹھے۔ وسعت قلبی سے کام لو اور کھل کر بیٹھو۔ چنانچہ ابن عمرؓ کا طریق یہی تھا کہ جب کوئی آدمی آپ کو جگہ دینے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھتا تو آپ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے۔

آج صرف ایک جماعت احمدیہ ہے کہ اللہ کے فضل اور رحم کے ساتھ یہ اعلان عام کر سکتی ہے کہ کسی نے حبل اللہ پر اکٹھے ہوتے ہوئے کسی کو دیکھنا ہو تو آئے اور جماعت احمدیہ کا مشاہدہ کرے

اس حدیث کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ حدیث کہلاتا ہے دوسرا حصہ اثر ہے۔ پہلے حصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحت ہے دوسرے میں صحابی نے جو نصیحت سنی اس سے اپنے لئے جو اس نے کردار چن لیا اور جو طریق اختیار کر لیا اس کا ذکر ہے۔ پہلا واجب التعمیل ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ من و عن اس پر عمل کریں۔ دوسرا واجب التعمیل نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس صحابی نے غلط سمجھا ہو اور اس کے بعد جو میں حدیث آپ کے سامنے رکھوں گا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس صحابی نے اس حدیث کا مفہوم صحیح نہیں سمجھا۔ یعنی احتیاط میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی آگے بڑھ گئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جنہوں نے نصیحت فرمائی آپ اس نصیحت کا مضمون سب سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اسی لئے میں نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اس کے ساتھ ایک دوسری حدیث بھی رکھ دی ہے۔

پہلی حدیث کا بھی جو پہلا حصہ ہے یعنی جس کو میں حدیث کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ جب آپ کسی جگہ جاتے ہیں تو کسی کو یہ نہ کہیں کہ تم اٹھ جاؤ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ مرتبے میں چھوٹا ہو یا بڑا ہو یا عمر میں چھوٹا یا بڑا ہو کسی کو یہ کہہ کر جگہ خالی کروانا کہ میں آیا ہوں تھوڑی سی جگہ خالی کر دو یہ بد خلقی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اخلاق کے جس بلند ترین مقام پر فائز تھے آپ اسی مقام کی باتیں امت کو سکھا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں مجھ سے اخلاق سیکھو۔ مجھ سے تعلق باندھا ہے۔ میں حبل اللہ ہوں۔ تم نے اللہ سے تعلق باندھنا ہے تو میرے وسیلے سے باندھو گے اور یہ انداز ہیں وہ تعلق باندھنے کے کہ جیسے میں کرتا ہوں ویسا ہی تم کرو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کبھی کسی جگہ جانے پر کسی کو اشارۃً یا کنایۃً یا لفظاً اپنے مقام سے نہیں اٹھایا۔

یہاں یہ بات سمجھانی بھی ضروری ہے بعض دفعہ لوگ منہ سے نہیں کہتے مگر انداز بتا رہا ہوتا ہے کہ جگہ خالی کرو۔ وہ دیکھتے اس طرح ہیں کہ اور تمہیں کیا چاہئے میں آگیا ہوں۔ اٹھو اور اپنی جگہیں پیش کر دو۔ چاہے یہ زبان سے کہا جائے یا عمل سے کہا جائے یہ دونوں چیزیں اس

M.A. AMINI TEXTILES

SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS

PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET,
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469

81/83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

بلند اخلاق سے گری ہوئی ہیں جس پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فائز تھے مگر اس کا یہ مطلب نکالنا کہ اگر کوئی اپنی جگہ خالی کرے تو وہاں نہ بیٹھو یہ درست نہیں ہے۔ اور یہ حصہ اثر ہے یعنی صحابی کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا طریق نہیں تھا۔ ابن عمرؓ کا طریق لکھا ہوا ہے کہ جب کوئی آپ کو جگہ دینے کے لئے اٹھتا تو آپ کہتے تھے نہیں میں نہیں بیٹھوں گا وہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا طریق کیا تھا۔

حضرت واثلہ بن خطاب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام اسے جگہ دینے کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ کیسے بلند اخلاق ہیں جہاں آنے والوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ تم نے اٹھانا نہیں ہے۔ وہاں یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر بیٹھا رہنے والا تن کر بیٹھا رہے کہ آنے والے کو نصیحت ہے کہ نہیں اٹھانا تو ہم کیوں اٹھیں اپنی جگہ سے۔ محمد رسول اللہ سے بڑھ کر کون معزز ہو سکتا تھا، ہو سکتا ہے یا ہو سکے گا۔ ایک ہی ہیں جو کائنات میں سب سے معزز تھے اور ہمیشہ معزز رہیں گے۔ آپ کا دستور یہ تھا کہ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ آنے والا آیا ہے تو اپنی جگہ سے کچھ سرک گئے تا کہ اس کے لئے جگہ بن جائے۔ وہ شخص کہنے لگا حضور! جگہ بہت ہے آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ایک مسلمان کا حق ہے کہ اس کے لئے اس کا بھائی سمٹ کر بیٹھے اور اسے جگہ دے۔ (بیہقی فی شعب الایمان ۔ مشکوٰۃ باب القیام)۔

پس آنے والے کو اور نصیحت ہے۔ بیٹھنے والے کو اور نصیحت ہے اور دونوں طرف Cushoning ہے۔ اگر کسی ایک سے بھی اخلاقی غلطی ہو تب بھی ٹھوکر نہیں لگے گی۔ دونوں طرف ایسی دبیز چیزیں ہیں جو شاک پروف (Shock proof) ہیں۔ صدمہ کو ختم کرنے والے اخلاق ہیں۔ پس اگر ایک سے ٹھوکر لگنے کا خطرہ بھی ہو تو دوسرا اپنے اوپر اس کو اس نرمی سے لے لیتا ہے کہ اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ پس وہ جو دستور تھا ابن عمرؓ کا، وہ ان کا اپنا ایک انداز تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحت سنی کہ دل میں اس زور

وہ اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جن کی بنیادیں الٰہی عشق میں گڑی ہوئی ہیں ان اخلاق کے بغیر کوئی دنیا کی جماعت ایک ہاتھ پر اکٹھی نہیں ہو سکتی

سے گڑ گئی ہے کہ آپ وہم بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اشارۃً یا کنایۃً بھی میں اس مضمون کے کسی پہلو پر عمل پیرا نہ ہو سکوں۔ پس اس بات کو مبالغہ کی حد تک قبول کیا اور جب کوئی آپ کے لئے جگہ خالی کرتا تھا آپ وہاں بیٹھنے سے انکار کر دیتے تھے۔ یہی واقعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بھی ہوا آنے والے نے آپ کے ادب میں انکار کیا حضور نے فرمایا۔ نہیں ہر مسلمان کو چاہئے کہ آنے والے کے لئے کچھ جگہ بنائے کچھ سمٹے۔ یہاں ملاقاتیں جب ہوتی ہیں تو بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے کرسیاں کم ہوتی ہیں آنے والے زیادہ ہوتے ہیں اور بعض دفعہ بچے بھی کرسیوں پر ڈٹے بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کے بڑے کھڑے ہیں اور ان کو پرواہ نہیں ہوتی اور اس عمر میں اگر یہ نصیحت ان کو دل نشین نہ کرائی گئی تو بڑے ہو کر وہ بد اخلاق لوگ بنیں گے۔ یہ درست ہے کہ ماں باپ کو خود بچوں کو یہ کہہ کر اٹھاؤ تو میرے لئے جگہ خالی کرو۔ ان کی عزت نفس کو کچلنا نہیں چاہئے مگر جب دوسرے آتے ہیں تو اس وقت نصیحت کر کے ان کو سمجھانا چاہئے کہ اپنے لئے جگہ نہ مانگیں۔ دوسروں کو جگہ دینے کے لئے آمادہ تو کریں یہاں تک کہ یہ ان کی فطرت ثانیہ بن جائے اور ہمارے سب بچوں کو یہ بنیادی محمد رسول اللہ کا خلق ایسا یاد ہو جائے کہ ان کی رگ و پے میں سرایت کر جائے۔ ان کی فطرت ثانیہ بن جائے۔ ہر شخص آنے والا بھی محمد رسول اللہؐ کے خلق کا مظاہرہ کر رہا ہو اور بیٹھنے والا بھی محمد رسول اللہؐ کے خلق کا مظاہرہ کر رہا ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے اور آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے آپ کے ذہن میں جو نقشہ ابھرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جسمانی طور پر ہم سے جدا ہو چکے ہیں مگر آپ کی سیرت ہم سے کبھی جدا نہ ہو اور اس کائنات کے ہر جو کو آپ کی سیرت بھر دے۔ ہر اندھیرے کو آپ کی سیرت کا نور روشنی میں تبدیل کر دے اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے زمانہ کی تاریکیاں اجالوں میں تبدیل کی جائیں گی۔ اس کے بغیر اور کوئی رستہ نہیں ہے۔ اس لئے چھوٹی چھوٹی نصیحتوں کو معمولی نہ سمجھیں۔ انہی سے آپ نے کائنات میں رنگ بھرنے ہیں، خوشبوئیں عطا کرنی ہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا حسن ہے جس نے درحقیقت اس کائنات کے بدصورت چہروں کو لازوال حسن میں تبدیل کر دینا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میری سنت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میزبان اعزاز و تکریم کے ارادے سے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کہنے آئے۔ (سنن ابن ماجہ. ابواب الاطعمہ. باب الضیافۃ)۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ایک غلام اس نیت سے اس عادت کو اپناتا ہے تو اس کو پتہ بھی نہیں کہ اس چھوٹی سی بات کا بعض دفعہ دوسروں پر کتنا گہرا اثر پڑتا ہے۔ مختلف مہمان تشریف لاتے ہیں (یعنی باہر سے ملنے کے لئے مختلف ملکوں سے) تو جہاں تک توفیق ہے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس نصیحت پر عمل کرتا ہوں اگر بعض دوسرے مہمانوں کی مجبوریوں سے۔ کیونکہ ان کے آپس میں بھی حق ہوتے ہیں۔ میں باہر تک

کوئی زندگی کا ایسا گوشہ نہیں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نصیحت نہ فرمائی ہو۔ ان تمام نصیحتوں پر نظر رکھنا آپ کی اخلاقی قدروں کو قائم کرنے کے لئے اور اعلیٰ سطح پر بلند رکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے

نہ جا سکوں تو کم سے کم دفتر کے دروازے تک آ کر ان کو رخصت کرتا ہوں اور مجھے یاد ہے ایک پاکستان کے بہت معزز خاندان کے دوست تشریف لائے۔ ان کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں تو کوئی تکلف نہیں تھا، کوئی یہ خیال نہیں تھا کہ خاص طور پر ان کو مرعوب کروں گا۔ جیسے عادت تھی ان کو باہر تک کار کے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ تو وہاں سے پتہ چلا ایک احمدی نے لکھا کہ وہ جگہ جگہ ہر مجلس میں یہی تذکرے کر رہے ہیں کہ حیرت انگیز اخلاق ہیں اور میں اپنی جگہ شرمندہ بھی ہوا اور میں نے سوچا کہ اتنی معمولی سی بات، جو میرا خلق ہے ہی نہیں یہ تو میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہؐ کا خلق تھا میں نے تو عاریتاً مانگا ہوا تھا اور میری نیکی کا اس میں کوئی بھی دخل نہیں۔ یہ وہ خلق ہے جو ایک خلق، ایک موقعہ پر، ایک چھوٹے سے اظہار میں دلوں کو جیت لینے والا ثابت ہوا ہے۔ روز مرہ کی زندگی میں آپ اس خلق کو اپنائیں تو دیکھیں کتنے دل جیتے جائیں گے لیکن خلق ایک نہیں بلکہ ہزارہا خلق ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے خلق ہیں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فیض عام نے ہم تک پہنچائے اور ایک سمندر فیوض کا جاری فرما دیا ہے۔ ان اخلاق کو اپنی زندگیوں میں اپنا لیں پھر دیکھیں آپ کے اندر کتنی عظیم انقلابی طاقتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے اور یہ مسلم سے لی گئی ہے جو پہلی روایت تھی ابن ماجہ سے لی گئی تھی۔ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم تین ہو تو تم میں سے دو الگ سرگوشی نہ کریں جب تک کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ نہ مل جاؤ کیونکہ اس طرح تیسرے آدمی کو رنج ہو سکتا ہے (مسلم کتاب السلام باب تحریم مناجاۃ الاثنین دون الثالث بغیر رضاہ)۔ مراد یہ ہے کہ پتہ نہیں وہ کیا بات کر گئے ہیں۔ اب یہ جو خلق ہے اس کا خاص طور پر ایسے ملک سے گہرا تعلق ہو جاتا ہے جہاں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ مختلف قومیں آباد ہیں۔ اپنی اپنی زبانیں لے کر آ گئیں۔ اب یہ تو ہر ایک کے لئے ممکن نہیں کہ ہر ایک دوسری زبان کو سیکھے اور اپنی بات کے ایسی زبانوں میں ترجمے کرتا چلا جائے کہ مجلس میں بیٹھا ہوا ہر شخص اس کو سمجھ سکے۔ یہ مراد نہیں ہے اول مراد یہ ہے کہ اگر ایسی مجلس میں ہو جہاں ایک ہی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے تو کانوں میں سرگوشی نہ کرو اور دوسروں کی موجودگی میں ان سے الگ چھپ کر گویا راز کی بات نہ کرو۔ دوسری بات اس میں یہ ہے کہ اگر ایسی زبان بولنے والے ہیں جو تم بول سکتے ہو اگرچہ تمہاری زبان نہیں۔ اور ایسا شخص بھی موجود ہو جو تمہاری زبان جانتا ہے تو جب آپ ایسے شخص سے اپنی زبان میں بات کریں گے تو عملاً یہ سرگوشی کے قائم مقام ہو جائے گی اور وہ شخص جو آپ کی زبان نہیں سمجھتا تیسرا ہے اس کے لئے تکلیف کا موجب بنے گی۔ اسی لئے اکثر اوقات میں احمدیوں کو

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

نصیحت کرتا ہوں کہ جس ملک میں ہو اس کی زبان کو اتنی اہمیت دو کہ اگر تم سو میں بیٹھے ہو اور ایک بھی اس زبان کا بولنے والا ہو جو تمہاری زبان نہیں سمجھتا، تو اس حدیث کی نصیحت کا وہاں بھی

> **حسب حال نصیحت فرمانا بھی سنت ہے۔ موقع اور محل دیکھ کر ایسی نصیحت کریں جو جس کو سنائی جائے اس سے تعلق رکھتی ہو اور اسے فائدہ پہنچانے والی ہو**

ہو گا۔ آپس میں جب تم باتیں کرو گے وہ ایک شخص یہ سمجھے گا کہ مجھے اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے گویا میں اس مجلس کا حصہ نہیں ہوں اور اس کا اس کے اوپر بہت اثر پڑ سکتا ہے یہاں تک کہ بعض لوگ اسی وجہ سے پھر مذہب سے بدظن ہو کر دور ہٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ انگلستان ہی میں مجھے پتہ چلا کہ دو خواتین تھیں جو کسی زمانے میں بہت ہی مخلص احمدی تھیں اور اس کے بعد ان کا رابطہ کٹ گیا۔ جب میں انگلستان آیا تو مجھے کسی نے بتایا کو وہ دو خواتین تھیں وہ ابھی تک زندہ ہیں اور ان کا رابطہ اس وجہ سے کٹا کہ وہ مجلسوں میں آتی تھیں تو پاکستانی خواتین آپس میں اردو میں یا پنجابی میں باتیں کرتی رہتی تھیں اور وہ جن کا ملک ہے وہ اپنے ہی ملک میں اجنبی بنی بیٹھی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ جماعت سے بدظن ہو گئیں اور باوجود اس کے کہ پہلے ابتدا میں وہ بڑی قربانی کرنے والی تھیں، چندے بھی بہت دیا کرتی تھیں وہ قطع تعلق کر کے ایک طرف بیٹھ رہیں۔ جب مجھے پتہ چلا تو ان کی طرف میں نے معذرت کا پیغام بھجوایا۔ ان کو ان کی دلجوئی کی باتیں کیں اور ان سے کہا کہ مذہب تو اپنی جگہ ہے کسی کی بداخلاقی کی وجہ سے آپ کیوں خود کشی کرتی ہیں۔ اپنا نقصان کیوں اٹھاتی ہیں۔ اس نے بڑا غلط کام کیا ہے لیکن یہ مطلب تو نہیں کہ آپ اپنا تعلق محمد رسول اللہؐ اور اسلام سے کاٹ لیں۔ چنانچہ اللہ کے فضل کے ساتھ اس نصیحت نے اثر دکھایا۔ اور ایک خاتون کا پتہ چلا ان کو میں نے بہت لجاجت کے ساتھ بلایا کہ ہمارے گھر تشریف لائیں، ہمارے ساتھ کھانا کھائیں اور لجنہ کو پیغام دیا کہ یہ جب ملا کریں تو ان سے عزت کے ساتھ پیش آیا کریں۔ دو تین چھوٹی چھوٹی باتوں سے ان کی کایا پلٹ گئی، چندوں میں غیر معمولی طور پر نمایاں ہو گئیں۔ حالانکہ خطرہ یہ تھا، اطلاع یہ تھی کہ ایک موقع پر وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ دوبارہ عیسائیت میں مدغم ہو جائیں اور اسلام کو ترک ہی کر دیں کیونکہ وہ سمجھتی تھیں کہ اگر کسی مذہب میں عام روزمرہ کے اخلاق بھی درست نہیں ہیں تو پھر اس نے راہنمائی کیا کرنی ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چھوٹی چھوٹی نصیحتیں ہمارا عمل کرنے کے لحاظ سے چھوٹی ہیں، اپنے مرتبے اور مقام اور رفعتوں کے لحاظ سے چھوٹی نہیں۔ ان کی مثال ان دو کلموں کی سی ہے جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

«كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي المِيزَانِ حَبِيبَتَانِ اِلى الرحْمٰنِ»

کہ دو کلمے ہیں بالکل چھوٹے چھوٹے۔ زبان پر ہلکے ہیں لیکن وزن میں بہت بھاری ہیں اور اللہ کو بہت ہی پیارے ہیں۔ تو چھوٹی نصیحت ان معنوں میں کہ اس نصیحت پر عمل کرنا یا ان نصیحتوں پر عمل کرنا اتنا آسان ہے کہ آدمی جب عمل کرتا ہے تو حیرت سے دیکھتا ہے کہ یہ نیکی کیسے ہو گئی یہ تو معمولی سی بات ہے۔ لیکن وزن میں یہ باتیں اتنی گہری، اتنی وزنی اور اتنی ٹھوس ہیں کہ قوموں کی تقدیریں بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

پس اپنے آپ کو ایک با اخلاق جماعت بنائیں اور با اخلاق جماعت بننے کے لئے با اخلاق گھر بنانے ضروری ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ بازاروں میں تو آپ خلیق ہوں اور گھروں میں بدتمیز اور بداخلاق ہوں اس سے قومیں نہیں بن سکتیں یہ ایک دھوکے کی زندگی ہے۔ بعض لوگ مجھے لکھتے ہیں مثلاً بعض عورتوں نے مجھے لکھا کہ ہمارے خاوند بڑے ہر دلعزیز ہیں۔ باہر بہت اچھی باتیں کرتے ہیں۔ لوگ ان کے بڑے قائل اور ان کے گرویدہ اور گھر آکر ایسے بداخلاق ہو جاتے ہیں کہ مجھ سے اور بچوں سے تلخی کے سوا کوئی بات ہی نہیں نکلتی۔ یہ خلق محمدیؐ نہیں ہے یہ تو خلق منافقت ہے۔ خلق محمدیؐ تو وہ ہے جو اندھیروں میں بھی اسی طرح روشن ہو جیسے روشنی میں روشن تر ہو جاتا ہے اور جگہ کے فرق سے اس کے اندر کوئی فرق نہیں پڑتا سوائے اس کے کہ وقت کے تقاضوں سے بعض دفعہ پہلے سے بڑھ کر وہ جوش دکھاتا ہے۔ پس وہی خلیق ہے جو اپنے گھر میں خلیق ہو تبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اخلاق کا سفر گھر سے شروع کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں " خیرکم خیرکم لاھلہ " تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہو " وانا خیرکم لاھلی " اور میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خیر کا سفر گھر سے شروع ہوتا ہے لیکن گھر پر ختم نہیں ہو جاتا گھر سے شروع ہوتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے، دوسروں کے گھروں تک فیض پہنچاتا ہے، تمام عالم آپ سے فیضیاب ہو جاتا ہے۔

پس اپنے گھروں میں اپنے اخلاق درست کریں تو پھر آپ حقیقت میں سچے طور پر خلیق کہلا سکتے ہیں۔ با اخلاق انسان کہلا سکتے ہیں اور اس کے بغیر آپ دنیا میں تبدیلی نہیں کر سکتے۔ میں نے پہلے بھی اس طرف توجہ دلائی تھی کہ گھر میں بداخلاقی کے بہت سے ایسے بد نتائج نکلتے ہیں جو نسلوں کو تباہ کر سکتے ہیں۔ باہر کی بداخلاقی وقتی طور پر آپ کو نقصان پہنچا سکتی ہے، آپ کے دین کو نقصان پہنچا سکتی ہے لیکن بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن جو بداخلاقی آپ گھر میں کرتے ہیں وہاں اپنی نسلوں کو بداخلاق بنا رہے ہوتے ہیں۔ ایسی نسلیں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہوتے ہیں جو سارے ماحول میں **بدخلقیوں** کے زہر گھلا دیتی ہیں اور پھر نسلاً بعد نسل آپ کی بداخلاقیوں کو آگے بڑھاتی چلی جاتی ہیں کیونکہ بدخلق ماں باپ کے بچے بسا اوقات، الاماشاء اللہ، سب کے سب بدخلق نکلتے ہیں اور جو شخص اپنے گھر میں اپنے باپ کو گندی زبان استعمال کرتے دیکھا ہے وہ خود بھی ویسی ہی گندی زبان پھر دوسروں کے لئے استعمال کرتا ہے اور بعض دفعہ وہ اپنے باپ کے لئے بھی وہ زبان استعمال کرتا ہے مگر دل میں کرتا ہے۔ بہت سے ایسے نفسیاتی مریض میرے پاس آئے ہیں مثلاً ابھی کچھ عرصہ پہلے انگلستان میں ایک غیر مسلم خاتون تھیں بہت شدید نفسیاتی مرض میں مبتلا تھیں میرے پاس تشریف لائیں کہ میں تو سب ڈاکٹروں کے پاس پھر چکی ہوں میرا کوئی علاج نہیں اور میرا دل چاہتا ہے کہ خود کشی کر کے اپنے آپ کو ختم کر لوں۔ میں نے کہا کیا بیماری ہے آپ کو۔ کہنے لگیں کہ بڑے برے خیالات دل سے اٹھتے ہیں۔ ان کی طرز سے میں سمجھا کہ برے خیال سے کوئی اور مراد ہے۔ میں نے کہا خدا تعالیٰ کے متعلق آپ دل میں بدزبانی کرتی ہیں انہوں نے کہا ہاں یہی بات ہے آپ نے بالکل صحیح بات پکڑی ہے۔ میں نے کہا کیا اس سے پہلے آپ اپنے ماں باپ یا خاوند کے خلاف ایسے ہی جذبات رکھتی تھیں اور ان کو دبا لیا کرتی تھیں۔ ان کا چہرہ کھل گیا جیسے میں ان کے دل کے راز پڑھ کر جس طرح کتاب سنائی جاتی ہے وہ سنا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا یہی تو بات ہے جو کسی کو پتہ نہیں

> **زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے اخلاق ہیں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض عام نے ہم تک پہنچائے اور ایک سمندر فیوض کا جاری فرما دیا ہے۔ ان اخلاق کو اپنی زندگیوں میں اپنا لیں پھر دیکھیں آپ کے اندر کتنی عظیم انقلابی طاقتیں پیدا ہو جاتی ہیں**

چلتی بالکل اسی طرح واقعہ ہوا ہے۔ میں نے کہا اس پر آپ نے اس کو دبایا اور آپ خوفزدہ ہوئیں اور آپ نے کہا دیکھو میرے باپ کا مقام کیا ہے اور میں اس کے متعلق کیا لفظ سوچ رہی ہوں اور ڈر گئیں اور پھر ایک خوف دوسرے خوف میں تبدیل ہونے لگا۔ پھر آپ کو اسی سوچ میں خیال آیا کہ اگر میں اللہ کے متعلق ایسا کلمہ کہہ دوں تو پھر کیا ہو گا۔ تو یہ آپ کا خوف ہے جو آپ کو ڈرا رہا ہے۔ وہ بدی خدا کے متعلق آپ کے دل سے نہیں پھوٹ رہی۔ اس لئے

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

آپ اس بات کو بھول جائیں کہ آپ گنہگار ہیں۔ اصل میں اس گناہ کی جو کنہہ ہے، آغاز ہے وہ نیکی سے شروع ہو رہا ہے اور خوفزدہ ہو کر آپ کو پتہ نہیں کہ آپ کیا حرکت کر رہی ہیں اور کس دباؤ کے نیچے ہیں۔ ان کو میں نے پیار سے سمجھایا اور میں نے کہا کہ آپ مسلمان تو نہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی ایک نصیحت ہے جو شاید آپ کے دل کو تسلی دے سکے۔ آپ نے فرمایا میری امت کے ان خیالات کے گناہ اٹھا دئے گئے ہیں جو مجبوراً ان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں مگر ان پر عمل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا، بے اختیاری کی باتیں ہیں۔ میں نے کہا دیکھو ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ایسے تمام نفسیاتی مریضوں کا علاج بھی بیان فرما دیا۔ اس کا حل پیش کر دیا۔ میری یہ باتیں سن کر ان کو اتنا اطمینان نصیب ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آج تک نہ کبھی کسی ڈاکٹر سے یہ بات مجھے ملی نہ کسی بزرگ سے یہ بات سمجھ آئی۔ آج پہلی دفعہ میرے دل کو ٹھنڈ پڑی ہے ورنہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں خودکشی کر کے مر جاؤں اور بعینہ یہی بات تھی۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی نصائح زندگی کے ہر حصے پر چھائی ہوئی ہیں۔ ہر نفسیاتی بیماری سے تعلق رکھتی ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ان باتوں میں بھی جو دلوں میں پوشیدہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم پہلے ہی جواب دے رہے ہیں گویا تمام دنیا میں لوگوں کے دلوں پر نظر ہے حالانکہ عالم الغیب نہیں مگر عالم الغیب سے ایسا تعلق ہے کہ اس سے ایک روشنی پائی ہے اور وہ روشنی تمام دنیا کے دلوں تک سرایت کر جاتی ہے۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی نصیحتوں کو بڑی مضبوطی سے تھام لیں۔ یہی حبل اللہ ہے حقیقت میں۔ اسے پکڑ لیں تو پھر کبھی منتشر نہیں ہونگے۔ فرماتے ہیں دیکھو جب تیسرا آدمی بیٹھا ہو تو ایسی زبان میں بات نہ کیا کرو جس سے اس کے لئے ٹھوکر کا سامان ہو وہ سمجھے کہ مجھے الگ کر دیا گیا ہے اور دل میں رنجش محسوس کرے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا (یہ حضرت ابو ذرؓ کی روایت ہے مسلم کتاب البر سے لی گئی ہے) معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ نیکی نیکی ہی ہوتی ہے چاہے تھوڑی ہی ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کہتے ہیں۔ چوری چوری ہی ہوتی ہے۔ پنجابی میں کہتے ہیں "لکھ دی وی چوری تے ککھ دی وی چوری" لاکھ چراؤ تب بھی چوری "ککھ" چراؤ تب بھی چوری۔ چوری چوری ہی ہے۔ نیکی کا بھی یہی حال ہے نیکی کا ایک ازلی پیوند خدا تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ جس نیکی سے بھی آپ پیوند لگائیں گے آپ کا تعلق خدا تعالیٰ سے قائم کرنے والی ہوگی۔ اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں اخلاقی تعلیمات کو معمولی نہ

اپنے آپ کو ایک با اخلاق جماعت بنائیں اور با اخلاق جماعت بننے کے لئے با اخلاق گھر بنانے ضروری ہیں

سمجھو۔ یہ نیکیاں ہیں۔ ان کو اہمیت دو۔ یہاں تک فرمایا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی تو ایک نیکی ہے اور کچھ نہیں ہوتا تو ہنس کر بات کر لیا کرو۔ (مسلم کتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند للقاء)۔

آج کل کے زمانے میں بعض لوگ بڑے فخر سے نئی تہذیب کا یہ محاورہ پیش کرتے ہیں کہ مسکرا کے ملو تمہیں اس کی کوئی قیمت نہیں دینی پڑتی۔ یہ ایک سرسری اور محض ایک مصنوعی سی نصیحت ہے۔ اس میں گہرائی نہیں ہے۔ اس بات کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جہاں پیسے دینے پڑیں وہاں بیشک نیکی نہ کرو کیونکہ دلیل یہ قائم کی گئی ہے کہ دوسرے سے مسکرا کر پیش آؤ کیونکہ تمہیں مسکراہٹ کی قیمت نہیں دینی پڑتی۔ بصورت دیگر اگر قیمت دینی بھی پڑے تو پھر بے شک نہ مسکراؤ۔ اسلامی تعلیم تو بہت گہری ہے اور اس سے بہت گہری ہے اور اس سے بہت زیادہ ہے۔ مسکراؤ بھی اور اپنے پلے سے دو بھی اور قربانیاں بھی کرو۔ یہ اسلامی تعلیم ہے مگر اگر کسی وجہ سے تم اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو کرو کہ خندہ پیشانی سے بھائی سے پیش آؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا (یہ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی بات ہو رہی ہے اس ضمن میں میں حوالہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں) کہ کوئی شخص جب ہماری مسجد یا بازار سے گزرے تو اپنے نیزے کی انی کو پکڑ لے ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو لگ جائے (سنن ابو داؤد کتاب الجهاد باب فی النبل یدخل فی المسجد)

یعنی اپنی چیزوں سے دوسروں کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے اور اگر بازار میں ہتھیار لے کر جا رہے ہو تو اپنا ہاتھ اس پر رکھو تاکہ اگر ٹھوکر لگے اور صدمے سے تم اچانک گر جاؤ تو تم زخمی ہو، تمہارا بھائی زخمی نہ ہو۔ نیزے کے پھل پر ہاتھ رکھنے میں یہ تعلیم ہے ورنہ اتفاقاً ٹھوکر لگتی ہے اور گرتے ہیں تو نیزہ کسی کو لگ جاتا ہے تو آپ کہتے ہیں معاف کرنا میرا یہ ارادہ نہیں تھا، یہ تو میری نیت نہ تھی اس طرح ہو گیا۔ تو آنحضورؐ کی نصیحت پر عمل ہو تو آپ یہ نہیں کہیں گے کہ معاف کرنا میری غلطی سے یہ ہو گیا ہے۔ جو غلطی سے ہوا آپ کو نقصان ہو گا، آپ کے بھائی کو نہیں ہو گا۔ بھائی آپ کی طرف لپکیں گے کہ اوہو آپ کو تکلیف پہنچی ہے ہم اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا (اور یہ حدیث بھی ابو ذرؓ کی ہے اور مسلم سے لی گئی ہے) کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا (یہ ایک کشفی نظارہ ہے جس کا بیان ہے) جو جنت میں پھر رہا تھا۔ اس نے صرف یہ نیکی کی تھی کہ ایک کانٹے دار درخت کو جس سے راہ گزرنے والے لوگوں کو، مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی رستے سے کاٹ دیا تھا۔ ایک اور روایت ہے کہ ایک آدمی نے رستے میں ایک درخت کی لٹکی ہوئی ٹہنی دیکھی جس سے مسلمانوں کو گزرتے وقت تکلیف ہوتی تھی۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں اس ٹہنی کو کاٹ کر پرے ہٹا دوں گا تاکہ مسلمانوں کو یہ تکلیف نہ دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے فعل کی قدر کی اور اس کو بخش دیا (مسلم کتاب البر والصلة باب فضل ازالة الاذی عن الطریق)

جب اللہ تعالیٰ کسی سے عفو کا سلوک فرماتا ہے اور اس کی کسی بات کو پسند کر لیتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کو دوسری نیکیوں کی توفیق ملتی ہے اور اسے واپس نہیں بلاتا جب تک اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری نہ ہو جائے

یہاں یہ بات سمجھانے کے لائق ہے کہ بعض دفعہ جو چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہیں وہ بڑے بڑے اثرات دکھاتی ہیں۔ ایک دفعہ ایک مریض میرے پاس تشریف لائے ان کی ایک آنکھ بینائی سے جاتی رہی تھی اور خطرہ تھا کہ دوسری آنکھ بھی نکالنی پڑے گی اور وہ رستہ چلتے کسی شاخ سے آنکھ ٹکرانے کے نتیجے میں یہ بیماری شروع ہوئی تھی۔ کوئی تیز سا پتہ تھا جو تیزی سے چلتے چلتے آنکھ میں لگا اور اس کو تراش گیا ہے۔ اور جب ایک آنکھ ضائع ہو تو بعض دفعہ Sympethaticaly کہا جاتا ہے کہ گویا اس کی ہمدردی میں دوسری آنکھ بھی جواب دے جاتی ہے تو ایسا ہی کیس تھا۔ پس ہے تو چھوٹی سی نیکی لیکن اس کے اثرات بہت بڑے ہو جاتے ہیں اور بڑے پھیل جاتے ہیں۔ ایک چھوٹے سے فعل سے آپ بنی نوع انسان کو کئی قسم کی مصیبتوں سے بچا لیتے ہیں تو آنحضرتؐ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے بعد وہ بدیاں کرتا رہا اور پھر بھی معاف رہا۔ اس مضمون کو ہمیشہ صحیح صورت میں سمجھنا چاہئے جب اللہ تعالیٰ کسی سے عفو کا سلوک فرماتا ہے اور اس کی بات کو پسند کر لیتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کو دوسری نیکیوں کی توفیق ملتی ہے اور اسے واپس نہیں بلاتا جب تک کہ اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری نہ ہو جائے۔ پس اس فیض کے ذریعے جو دوسروں کو پہنچا مسلسل اس کو بھی ایک فیض ملتا چلا جاتا ہے۔ اس کی اپنی وہ بدیاں دور ہونے لگتی ہیں جو خود اپنی ذات کے لئے خطرہ ہیں اور ان کی جگہ نیکیاں لے لیتی ہیں۔

ایک موقع پر ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ میں اسلام سے پہلے بھی بعض نیکیاں کیا کرتا تھا مثلاً پرندوں کو چوگا ڈال دیا کرتا تھا جو کچھ میسر آئے تاکہ یہ بھوکے نہ رہیں اس کا بھی کوئی اجر ہو گا جو اسلام سے پہلے پہلے نیکیاں کی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی تو اجر ہے۔ تمہیں نہیں پتہ چل رہا کہ تم مسلمان ہو گئے ہو یہ اسی کا اجر ہے۔ تو یہ معنے ہیں مغفرت کے کہ ایک نیکی کئی بدیوں سے روکتی ہے اور نئی نیکیوں کو جنم دے جاتی ہے۔ پس جتنے لوگوں کو بھی اس شاخ سے نقصان پہنچ رہا تھا اور نہیں پہنچا اس کی نیکیاں اس شخص کے حق میں اس طرح لکھی گئیں کہ وہ خود اپنے نفس کی بدیوں سے بچایا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس کو بلایا نہیں جب تک اس کی نیکیوں کا پلڑا بدیوں پر بھاری نہ ہو گیا۔

حضرت مقداد بن معدی کربؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے بھائی سے محبت کرتا ہو اور چاہئے کہ اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے (مشکوٰۃ المصابیح باب الحب فی اللہ و من اللہ)۔

لیکن محبت کیسی ہے جس کا ذکر ضروری ہے۔ آپ کو یہ سمجھانا بہت ضروری ہے ورنہ بے ہودہ غلط محبتوں کی یہاں بات نہیں ہو رہی۔

حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل عمل اللہ کی خاطر محبت کرنا ہے اور اللہ کی خاطر بغض کرنا ہے۔ (سنن ابو داؤد کتاب السنة باب الاھواء)۔

پس جن محبتوں کا ذکر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فرمار ہے ہیں وہ للہی محبت ہے۔ اللہ کی خاطر آپ کسی بھائی کو پیار کرتے ہیں تو اس کو بتائیں کہ میں خدا کی خاطر کے رشتے مضبوط ہوتے ہیں اور اسی طرح الل کی نعمت یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم دلوں کو باندھنے کا موجب بنتے ہیں۔

پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ایک نشانی انصار سے محبت رکھنا اور نفاق کی ایک علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

یہ حدیث بخاری کتاب الایمان سے لی گئی ہے۔ یہ تو سب کے علم ہے کہ انصار کونہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مدین کے وہ باشندے جنہوں نے مہاجر بھائیوں کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور اللہ کی خاطر بعضوں نے گھر بانٹ لئے، بعضوں نے جائدادیں تقسیم کر دیں۔ مگر خدا کی خاطر اپنے لٹے ہوئے بھائیوں کی مدد کی۔ یہ انصار ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی ایک لطیف تشریح فرمائی ہے کہ اس سے مراد ہر زمانے میں دین کی خدمت کرنے والے ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صـ ۳۸۱)۔ پس آج بھی مثلاً جماعت جرمنی میں جو کثرت سے دین کی خدمت کرنے والے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان سے بغض رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اللہ اس سے پیار کرتا ہے جو انصار سے پیار کرتا ہے۔ پس اس طرح اگر اس انصار کی تعریف کو وسیع کر دیا جائے تو ہر خدمت دین کرنے والا اپنے ارد گرد محبوں کی ایک جماعت پیدا کرتا چلا جائے گا اور اس کے نتیجے میں نیکی کی قدر ہوگی اور نیکی کو اہمیت ملے گی اور نیکی کے نتیجے میں لوگ محبوب ہوا کریں گے۔

چونکہ اب وقت ختم ہو چکا ہے اور بھی دوسرے پروگرام ہیں اس لئے مجھے افسوس ہے کہ اس مضمون کو میں آج کے اس خطبہ میں ختم نہیں کر سکتا۔ انشاء اللہ باقی باتیں آئندہ خطبے میں آپ سے ہونگی میں صرف ایک نصیحت کے بعد آپ سے اجازت چاہوں گا کہ اس وقت جو خصوصیت کے ساتھ نصرت کے محتاج ہیں۔ فی سبیل اللہ جن کی خدمت کرنا آج جماعت جرمنی پر اور یورپ پر خصوصیت سے فرض ہے وہ اپنے بوزنین بھائیوں کی خدمت ہے۔ یہ محض للہ ستائے گئے ہیں ان کا اور کوئی قصور نہیں تھا سوائے اس کے کہ یہ اسلام سے وابستہ تھے اور جن طاقتوں نے بھی یہ فیصلہ کیا بہت بڑا ظلم کیا کہ یورپ کے دل میں یہ ہم ایک اسلامی حکومت نہیں بننے دیں گے۔ اگرچہ ان کو خود اسلام کا علم نہیں تھا مگر مارے اسلام کے نام پر گئے ہیں۔ کاٹے اسی لئے گئے ہیں کہ انہوں نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے دامن کو تھاما ہوا تھا اور کسی قیمت پر اس سے علیحدہ ہونے پر آمادہ نہیں تھے۔ پس یہ انصار ہیں آج جن کے ساتھ آپ کو سب سے زیادہ محبت کا سلوک کرنا چاہئے۔ اگر ایسا کریں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم آپ کو خوش خبری دیتے ہیں کہ اللہ آپ سے محبت کرنے لگے گا۔ خدا کرے کہ آپ بنی نوع انسان سے اللہ کی خاطر محبت کریں اور اللہ، بنی نوع انسان کی خاطر آپ سے محبت کرنے لگے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

بقیہ مختصرات از صـ ۱

۲۰ جون ۱۹۹۴ء: حسب پروگرام آج مسجد فضل لندن سے ملحقہ محمود ہال میں ہومیو پیتھی طریق علاج کے بارہ میں سلسلہ وار تعلیمی کلاس منعقد ہوئی جس میں حضور انور نے مختلف ادویات کے خواص اور استعمال پر روشنی ڈالی۔

۲۱ جون ۱۹۹۴ء: آج بھی ہومیو پیتھی کلاس کا پروگرام ہوا۔ البتہ کلاس کے آغاز سے قبل پروگراموں کو دوبارہ دکھانے کے بارہ میں منتظمین کو ضروری ہدایات دیں اور آئندہ طریق کار کی وضاحت فرمائی۔

۲۲ جون ۱۹۹۴ء: آج کے پروگرام میں حضور انور نے غیر از جماعت کی طرف سے اٹھائے جانے والے اس اعتراض کا بہت تفصیل سے اور مدلل جواب دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دو عوارض لاحق تھے۔ حضور انور نے واضح فرمایا کہ بیماری کا آنا منصب نبوت کی منافی نہیں اور اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ پھر ان بیماریوں کے بارہ میں تو حدیث نبوی میں پہلے سے ذکر موجود ہے۔ نیز اس بیماریوں کے باوجود علم و معرفت سے بھری ہوئی تصنیفات اور دن رات خدمت دین سے معمور لمبی زندگی صداقت مسیح موعود علیہ السلام اور خدائی تائید و نصرت کا زبردست نشان ہے۔

۲۳ جون ۱۹۹۴ء: سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آج صبح کینیڈا کے دورہ پر روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ قدم قدم پر اپنی حفاظت و نصرت سے نوازے آمین۔ اس سفر کی وجہ سے آج کے پروگرام "ملاقات" میں حضور انور کی وہ مجلس سوال و جواب پیش کی گئی جو ۳ جون ۱۹۹۴ء کو نن سپٹ ہالینڈ میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں حضور انور نے بوزنین مہمانوں کے درج ذیل سوالات کے جوابات انگریزی زبان میں ارشاد فرمائے۔ بوزنین زبان میں ترجمہ ساتھ کے ساتھ پیش کیا گیا۔

(۱) اسلامی ممالک کیوں اپنے بوزنین مظلوم بھائیوں کی بھرپور مدد نہیں کرتے اور Embargo وغیرہ کو ختم کرنے کے سلسلہ میں ضروری اقدامات نہیں کرتے۔

(۲) ہم اسلام کے نام پر لڑ رہے ہیں اور اسی اسلام کی وجہ سے ہم پر لڑائی مسلط کی گئی ہے۔ صرف ہمارے ساتھ ہی یہ سلوک کیوں ہو رہا ہے جبکہ یورپ میں آباد دیگر مسلمانوں کے ساتھ ایسا نہیں ہو رہا اور یہ مسلمان ہماری مدد کیوں نہیں کرتے؟

جوابات کے آخر میں حضور انور نے بڑے پر درد انداز میں فرمایا کہ بوزنیا کے مظلوم مسلمانوں کی خاطر جہاد کرنے کا یہ حقیقی وقت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ نے سب سے پہلے بوزنیا کے مظلومین کے حق میں آواز بلند کی اور اپنی حد استطاعت تک ان کی ہر ممکن مدد بھی کی۔ اگر مسلمان حکومتوں نے میری آواز اور نصیحت پر کان نہ دھر کر جہاد کیا ہوتا تو آج بوزنیا کے وہ حالات نہ ہوتے جو اب نظر آ رہے ہیں مگر افسوس کہ مسلمان حکومتوں نے اس بروقت انتباہ اور نصیحت پر عمل نہیں کیا۔

(ع۔ م۔ ر)

اعلان نکاح

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۲ مئی ۱۹۹۴ء بروز اتوار بعد نماز عصر مسجد فضل لندن میں مکرم عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد فضل لندن کی بیٹی مکرمہ عطیہ ساجدہ صاحبہ اور مکرم عطاء الاعلیٰ ظفر صاحب مقیم کینیڈا، ابن مکرم عطاء الکریم صاحب شاہد مربی سلسلہ احمدیہ کے نکاح کا اعلان فرمایا۔ دولہا اور دلہن دونوں خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مرحوم کے پوتے اور پوتی ہیں۔ اس حوالہ سے حضور انور نے ایک جامع دعائیہ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد ایجاب و قبول کروایا اور رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔ حق مہر دس ہزار کینیڈین ڈالر مقرر ہوا ہے۔

احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے اس رشتہ کو ہر جہت سے بابرکت فرمائے آمین۔

اس وقت جو خصوصیت کے ساتھ نصرت کے محتاج ہیں، فی سبیل اللہ جن کی خدمت کرنا آج جماعت جرمنی پر اور یورپ پر خصوصیت سے فرض ہے وہ اپنے بوزنین بھائیوں کی خدمت ہے

جماعت احمدیہ برطانیہ کا ۲۹واں جلسہ سالانہ انشاء اللہ مورخہ ۲۹، ۳۰ و ۳۱ جولائی ۱۹۹۴ء کو اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوگا

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3725 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.

پاکستان میں جماعت احمدیہ پر مظالم کے سلسلہ میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کی تازہ رپورٹ

(ترجمہ: رشید احمد چوہدری)

[ذیل میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کے مرکزی دفتر لندن (انگلستان) سے جاری شدہ اس رپورٹ کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے جو ایمنسٹی انٹرنیشنل نے جماعت احمدیہ پر حالیہ مظالم کے سلسلہ میں ماہ اپریل ۱۹۹۴ء کے آخر میں شائع کی ہے۔ ادارہ]

پانچ احمدی صحافیوں پر توہین رسالت کا الزام

سال ۱۹۹۴ء کے اوائل میں یعنی جنوری اور فروری کے مہینوں میں جماعت احمدیہ کے پانچ صحافیوں پر توہین رسالت کا الزام عائد کیا گیا اور ۷ فروری کو پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا اور ۷ مارچ ۱۹۹۴ء تک صوبہ پنجاب کے قصبہ چنیوٹ میں زیر حراست رکھا۔ ۷ مارچ کو انہیں ضمانت پر رہا کر دیا گیا مگر ان کے خلاف الزامات بدستور قائم ہیں۔ اگر ان کے خلاف عائد شدہ الزامات ثابت ہوگئے تو پانچوں کو سزائے موت کا سامنا کرنا ہوگا۔ کیونکہ توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف سزائے موت ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل وثوق سے کہتی ہے کہ یہ سب افراد "ضمیر کے قیدی" ہیں اس لئے وہ حکومت پاکستان سے اپیل کرتی ہے کہ پانچوں افراد کے خلاف الزامات فوری طور پر ختم کر دئے جائیں کیونکہ لگتا ہے کہ یہ الزامات مذہبی عقائد کے پرامن اظہار اور آزادی رائے کے حق کو استعمال کرنے کی وجہ سے لگائے گئے ہیں۔

حالیہ مقدمہ کی تفصیلات

کئی سالوں سے جماعت احمدیہ کی پبلیکیشنز پر تعزیرات پاکستان کی دفعات ۲۹۵ تا ۲۹۸ کے تحت کئی ایک مقدمات قائم کئے گئے جو تمام "مذہبی جرائم" قرار دئے گئے۔ اس وقت تک روزنامہ الفضل کے خلاف ۳۴، ماہنامہ انصار اللہ کے خلاف ۱۹، عورتوں کے رسالہ ماہنامہ مصباح کے خلاف ۸، نوجوان کے ماہنامہ خالد کے خلاف ۵ اور پندرہ روزہ رسالہ تحریک جدید کے خلاف ۵ مقدمات درج کئے گئے ہیں۔

حالیہ مقدمہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۴ء کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ سی/ ۲۹۸ کے تحت ڈپٹی کمشنر جھنگ پنجاب کی طرف سے پانچ صحافیوں یعنی ۷۷ سالہ نور محمد سیفی، ایڈیٹر الفضل، آغا سیف اللہ پبلشر الفضل اور قاضی منیر احمد پرنٹر الفضل۔ مزید برآں ماہنامہ انصار اللہ کی انتظامیہ مرزا محمد دین ناز اور محمد ابراہیم کے خلاف درج کیا گیا۔

تعزیرات پاکستان کی دفعہ سی/ ۲۹۸ کے مطابق اگر ایک احمدی

" بالواسطہ یا بلاواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے یا اپنے مذہب کو اسلام بتلاتا یا ظاہر کرتا ہے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ یا پرچار کرتا ہے یا دوسروں کو اپنے عقیدہ کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، چاہے یہ دعوت زبانی ہو یا تحریری، الفاظ کی صورت میں یا خاکہ شبیہ یا تصویری زبان میں ہو، غرضیکہ کسی بھی طریق سے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے والی ہو۔ ایسے شخص کو تین سال تک قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔ مزید برآں وہ جرمانہ کی سزا کا بھی مستحق ہوگا"۔

ان پانچوں صحافیوں کے خلاف الزامات عمومی نوعیت کے تھے جو روزنامہ الفضل کے جولائی ۱۹۹۳ء کے کئی ایک شماروں اور ماہنامہ انصاراللہ کے جون ۱۹۹۳ء کے شمارہ سے متعلق تھے۔ ابتدائی معلوماتی رپورٹ درج کراتے ہوئے ڈپٹی کمشنر جھنگ نے سپرنٹنڈنٹ پولیس جھنگ کو لکھا۔

"بابت. الفضل کے خلاف قانونی چارہ جوئی میمورنڈم: روزنامہ الفضل مورخہ ۲ نومبر ۹۳ء، ۲۰ ستمبر ۹۳ء، ۲۰ اکتوبر ۹۳ اور ۱۹ اکتوبر ۹۳ء کے شمارے منسلک کئے جارہے ہیں جس میں قادیانیوں (احمدیوں) نے اپنے دین کا پرچار کیا ہے۔ انہوں نے خود کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔

ڈسٹرکٹ اٹارنی جھنگ کی رائے میں ایڈیٹر اور پبلشر صاحبان بادی النظر میں زیر دفعہ سی/ ۲۹۸ تعزیرات پاکستان مجرم ہیں۔ اس لئے آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ ایڈیٹر/ پبلشر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے"۔

اسی طرح ماہنامہ انصاراللہ کے خلاف یہ الزام درج ہے:۔

"ڈسٹرکٹ اٹارنی کی رائے طلب کی گئی تھی جنہوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ایڈیٹر / پبلشر نے مذکورہ ماہنامہ میں احمدیت کے مذہب کی تبلیغ کی ہے اور اس طرح تعزیرات پاکستان کی دفعات ۲۹۸ اور ۲۹۵/ سی کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے"۔

مورخہ ۲۱ جنوری ۹۴ء کو مزید دو مقدمات زیر دفعہ ۲۹۸/ سی اور ۱۵ فروری ۹۴ء کو بھی چار مقدمات زیر دفعہ ۲۹۸/ سی الفضل کے ایڈیٹر، پبلشر اور پرنٹر کے خلاف درج کئے گئے۔ ان تمام مقدمات میں ڈپٹی کمشنر جھنگ صوبہ پنجاب شکایت کنندہ تھا۔

۷ فروری ۹۴ء کو سیشن کورٹ چنیوٹ کے جج نے نہ صرف ان پانچوں افراد کی ضمانتیں مسترد کر دیں بلکہ زیر دفعہ ۲۹۸/ سی لائے گئے مقدمہ میں توہین رسالت یعنی دفعہ ۲۹۵/ سی کا اضافہ کر دیا جس کی سزا موت مقرر ہے۔

پانچوں افراد کو عدالت میں ہی گرفتار کر لیا گیا اور چنیوٹ جوڈیشل حوالات میں بند کر دیا گیا۔ آخر کار ۷ مارچ ۱۹۹۴ء کو پانچوں افراد ضمانت پر رہا ہوئے۔ ان کے خلاف مقدمات کی سماعت اب ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ پنجاب کی عدالت میں ہوگی۔ غالبًا ایڈیشنل سیشن جج چنیوٹ مقدمات کی سماعت فرمائیں گے۔ ہنوز تاریخ سماعت کا تقرر نہیں کیا گیا۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے علم کے مطابق اس طرح کے دیگر مقدمات میں پولیس کی ابتدائی تحقیقات، عدالت میں پولیس رپورٹ کی پیشی اور مقدمہ کی سماعت وغیرہ میں کئی سال لگ جاتے ہیں اس طرح اس تمام عرصہ میں پانچوں صحافیوں کو اس احساس کے ساتھ زندہ رہنا ہوگا کہ ان کو کسی وقت بھی موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔

احمدیت کا پس منظر

احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں جو انیسویں صدی میں معرض وجود میں آیا یہ مسلمان کہلاتے ہیں مگر دیگر مسلمان انہیں ایسا نہیں سمجھتے۔ ایک اندازہ کے مطابق دنیا بھر میں دس ملین احمدیہ مسلمانوں میں سے تین چار ملین کے لگ بھگ پاکستان میں رہتے ہیں۔ ان کا مرکز ربوہ میں ہے جو صوبہ پنجاب میں واقع ہے۔

پاکستان کے لیگل سسٹم میں گزشتہ چند سالوں میں جو تبدیلیاں لائی گئی ہیں ان کی رو سے احمدیوں کا اپنے مذہب پر ایمان و عمل اور اس کی تبلیغ ایک فوجداری جرم ہے۔

۱۹۷۴ء میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ ۱۹۸۴ء میں صدر ضیاء الحق نے آرڈیننس ۲۰ جاری کیا جس کے مطابق تعزیرات پاکستان میں دو دفعات ۲۹۸/بی اور ۲۹۸/ سی کا اضافہ کیا گیا۔ ان دفعات کی رو سے احمدیوں کا خود کو مسلمان کہنا، اسلامی اصطلاحات اور حضرت محمدؐ کی طرف منسوب القابات استعمال کرنا، اسلامی عبادات کو بجالانا یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ کرنا قابل دست اندازی پولیس جرم قرار دیا گیا۔

اس کے علاوہ مغربی پاکستان کی پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء میں ترمیم کر کے ایک نئی شق ۲۴ (ا) کا اضافہ کیا گیا جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو ایسے شائع شدہ مواد کو ضبط کرنے کا اختیار مل گیا جس سے آرڈیننس ۲۰ کی خلاف ورزی ہوتی ہو اور جو پریس ایسا مواد شائع کرے اس کی پیشگی ضمانت کی منسوخی کا اختیار بھی مل گیا۔

۱۹۸۶ء میں تعزیرات پاکستان میں پھر ترمیم کی گئی اور فوجداری قوانین میں ترمیمی ایکٹ پاس کیا گیا اور دفعہ ۲۹۵/ سی کا اضافہ کیا گیا جو توہین رسالت کے جرم پر عمر قید یا موت کی سزا مقرر کرتا ہے۔

دفعہ ۲۹۵ / سی یوں ہے:۔

" ۲۹۵ / سی، رسول کریم کے خلاف توہین آمیز کلمات استعمال کرنے پر:

جو شخص الفاظ کے ذریعہ چاہے وہ زبانی ہوں یا تحریر کئے گئے ہوں یا پھر تصویری زبان میں ہوں۔ بہتان یا تہمت کی صورت میں ہوں یا اشارہ کنایہ میں ہوں بلاواسطہ یا بالواسطہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کی اہانت کرے گا اسے سزائے موت یا عمر قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔ مزید برآں وہ جرمانہ کی سزا کے بھی مستحق ہونگے"۔

۱۹۸۰ء میں فیڈرل شریعت کورٹ کا قیام عمل میں آیا جس کے ذمہ مروجہ قوانین کی جانچ پڑتال ہوئی اور یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ آیا کوئی قانون یا قانون کی شق اسلامی اصولوں سے ٹکراتی تو نہیں (آئین دفعہ ۲۰۳/ ڈی)۔

اس کورٹ نے اکتوبر ۱۹۹۰ء میں یہ فیصلہ دیا کہ توہین رسالت کی سزا سوائے موت کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ اس پر شرعی عدالت نے حکومت پاکستان کو اس فیصلہ کے مطابق قانون تبدیل کرنے کے لئے لکھا اور یہ بھی لکھا کہ "اگر ۳۰ اپریل تک ایسا نہ کیا گیا تو اس تاریخ کے بعد دفعہ ۲۹۵/ سی میں دی گئی سزا میں "عمر قید کی سزا" کے الفاظ حذف سمجھے جائیں گے۔

آئین کی دفعہ ۲۰۳/ ڈی کی رو سے حکومت فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلوں کی پابند ہے۔ حکومت کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس عرصہ میں جب تک فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے لاگو نہیں ہو جاتے وہ سپریم کورٹ کے شریعت اپیل بنچ کے روبرو اپیل کر دے مگر حکومت نے توہین رسالت کی سزا صرف موت قرار دینے والے فیصلے میں شریعت کورٹ کے فیصلہ کے خلاف اپیل دائر نہیں کی بلکہ جولائی ۱۹۹۱ء میں اعلان کیا گیا کہ حکومت نے دفعہ ۲۹۵/ سی میں شریعت کورٹ کے فیصلہ کے مطابق ترمیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

چنانچہ پارلیمنٹ کے سامنے ایک بل ۱۹۹۲ء میں رکھا گیا۔ سینٹ نے یہ بل جولائی ۱۹۹۲ء میں متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ پارلیمنٹ میں بھی اس پر سیر حاصل بحث ہوئی مگر پارلیمنٹ نے اسے پاس نہیں کیا۔ بالآخر اسے ایجنڈا سے نکال دیا گیا۔ حزب مخالف نے اس بل کو انتہائی مبہم قرار دیا اور کہا کہ اسے غلط طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

.فروری ۱۹۹۴ء میں لاء کمیشن آف پاکستان جس کی صدارت چیف جسٹس آف پاکستان نے کی اور وزیر

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

NEW AND SECOND-HAND
SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE
CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

قانون و انصاف و پارلیمنٹری امور نے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کے اس ڈرافٹ کو اسلامک آئیڈیالوجی کونسل کی طرف برائے مزید غور بھجوا دیا۔ بعض اطلاعات کے مطابق لاء کمیشن نے توہین رسالت کے کیسوں میں پولیس کے اپنی طاقت کے غلط استعمال، اسی طرح مختلف سیاسی اور مذہبی تنظیموں کی طرف سے قانون کے غلط استعمال پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لاء کمیشن نے توہین رسالت کے قانون کے غلط استعمال پر انٹرنیشنل طور پر منفی رد عمل کو بھی نوٹ کیا ہے۔

توہین رسالت کے قانون کی موجودہ صورت حال غیر واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت پاکستان نے اس غیر واضح صورت حال کا سہارا لے کر حکومت کے نقادوں اور انسانی حقوق کے علمبرداروں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے۔

فیڈرل شریعت کورٹ کے ۱۹۹۰ء کے فیصلہ کے مطابق اگرچہ دفعہ ۲۹۵/سی کے تحت متبادل سزا یعنی "عمر قید" ختم ہو گئی تھی اور توہین رسالت کے جرم کی سزا "موت" ہی رہ گئی تھی تاہم ابھی تک چونکہ پارلیمنٹ نے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے مطابق بل کی منظوری نہیں دی۔ سزا کی شق "یا عمر قید" کے الفاظ ابھی تک دفعہ ۲۹۵/سی کا حصہ متصور ہوتے ہیں اگرچہ یہ متبادل سزا قابل عمل نہیں رہی۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کو حکومت پاکستان سے متعدد خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں ایمنسٹی کی تشویش کہ توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہے کا ازالہ کرنے کے لئے اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ قانون کی کتب میں توہین رسالت کی متبادل سزا "عمر قید" موجود ہے مگر سب کو معلوم ہے کہ اس سزا پر عمل در آمد نہیں ہو سکتا۔

توہین رسالت یا بعض گروہوں کے مذہبی احساسات کے مجروح کرنے کی مقرر کردہ سزا میں تبدیلی کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس کے خلاف اس دفعہ کے تحت مقدمہ دائر کیا جاتا ہے۔ تاہم خاص طور پر جماعت احمدیہ کے افراد کئی سالوں سے اس قانون کے وجہ سے یا قانون کے آسانی سے غلط استعمال کی وجہ سے مصیبتیں سہہ رہے ہیں۔ دفعہ ۲۹۵/سی کے تحت کئی ایک احمدیوں پر مقدمات قائم کئے گئے ہیں لیکن ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اطلاع کے مطابق کسی احمدی کو اس کے تحت ابھی تک سزا نہیں دی گئی۔ احمدیوں کی ایک کثیر تعداد جن پر دفعہ ۲۹۵ بشمول دفعہ ۲۹۵/سی اور دفعہ ۲۹۸ کے تحت مقدمات درج کئے گئے ضمانت پر رہا ہو گئے۔ ان لوگوں کو بعض دفعہ عدالت میں مقدمہ کی سماعت تک سالوں کا عرصہ لگ جاتا ہے۔

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR

FREE DELIVERY 081-877 9469/1040

PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN

ARNEY'S

164 GARRAT LANE.
LONDON SW18 4DA

SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی سفارشات

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بارہا حکومت پاکستان سے احمدیوں کے انسانی حقوق کی پامالی کے بارہ میں اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ستمبر ۱۹۹۱ء میں ایمنسٹی نے ایک رپورٹ "پاکستان میں احمدیوں کے انسانی حقوق کی پامالی" (نمبر اے ایس اے ۹۱/۱۵/۳۳) شائع کی جس میں انہوں نے پاکستان میں جماعت احمدیہ کے افراد پر اپنے مذہبی حقوق کی پرامن طور پر ادائیگی کے نتیجہ میں مقدمہ بازی کے جاری رہنے اور جیل کی سزائیں دینے پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔

مارچ ۹۴ء میں لاہور میں جب احمدیوں پر نامعلوم مسلح افراد کے حملوں کے نتیجہ میں دو احمدی ہلاک اور کم از کم ایک درجن شدید طور پر زخمی ہوئے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے پاکستانی حکام سے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حکومت جماعت احمدیہ کے افراد کی جانوں کی حفاظت میں ناکام رہی ہے۔ ایمنسٹی کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ احمدیوں کو مسلمان سمجھا جاتا ہے یا نہیں بلکہ اسے اس بات کی تشویش ہے کہ پاکستان میں نت نئی کڑی قانون سازی کی وجہ سے جماعت احمدیہ کے افراد کو محض اظہار رائے کی آزادی کے حق، مذہبی آزادی کے حق بشمول اپنے مذہبی عقائد کے اظہار کی آزادی کے حق کو استعمال کرنے کی وجہ سے گرفتار کیا جا سکتا ہے اور پھانسی کی سزا دی جا سکتی ہے۔

تعزیرات پاکستان کی دفعات ۲۹۵ تا ۲۹۸ میں درج شدہ مذہبی جرائم کی قانون سازی کی وجہ سے اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ احمدیوں کو اپنے مذہبی عقائد کی وجہ سے نیز اظہار رائے کی آزادی کے حق کو استعمال کرنے کی وجہ سے گرفتار کیا جا سکے۔ ایسے قوانین انسانی حقوق کے عالمی ڈیکلریشن کے آرٹیکل ۱۸ اور آرٹیکل ۱۹ میں درج شدہ آزادی مذہب اور آزادی رائے کے حقوق کے خلاف ہیں۔ آرٹیکل ۱۸ واضح طور پر انسانی سوچ و فکر، کا اور مذہب کی آزادی کے حق کے اندر عقیدہ یا مذہب کی تبدیلی کے حق کو نیز انفرادی یا اجتماعی طور پر پرائیویٹ یا پبلک میں اپنے عقیدہ یا مذہب کی تعلیمات پر عمل کرنے نیز مذہبی فرائض یا عبادات کی بجا آوری وغیرہ کی آزادی کو شامل کرتا ہے۔

آرٹیکل ۱۹ کی رو سے آزادی خیال اور آزادی رائے کے حق میں بغیر کسی مداخلت کے کسی خیال کو اپنانے کی آزادی اور کسی بھی ذرائع ابلاغ سے علم حاصل کرنے، رائے قائم کرنے یا خیالات پھیلانے کی آزادی شامل ہے۔

انسانی حقوق کے عالمی ڈیکلریشن کی دفعہ ۲۹ (۲) ان تمام قیود شرائط کو بیان کرتی ہے جو اس ڈیکلریشن میں دی گئی آزادی کو محدود کرتی ہیں۔ ان حقوق اور آزادیوں کے استعمال میں ہر شخص پر ان کا اطلاق ہو گا جو قانون کی رو سے دوسروں کی آزادی اور حقوق کی نگہداشت، ان کا احترام نیز اخلاق کے منصفانہ حصول کے لئے، پبلک آرڈر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نیز ڈیموکریٹک سوسائٹی کی عمومی بہبود کے لئے ضروری ہیں۔

پاکستان میں مذہبی جرائم کی قانون بندی اقوام متحدہ کے "تمام اقسام کی عدم رواداری کے خاتمہ نیز مذہب یا عقیدہ کی بنا پر امتیازی سلوک" کے بھی خلاف ہے۔ جسے جنرل اسمبلی نے ۱۹۸۱ء میں پاس کیا۔

اس ریزولیوشن کے دیباچہ میں درج ہے:۔

"مذہب یا عقیدہ کی آزادی جیسے معاملات میں نیز اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ مذہب یا عقیدہ کو ان مقاصد کے لئے استعمال نہ کیا جا سکے۔ جو اقوام متحدہ کے چارٹر دیگر دستاویزات اور اس کے حالیہ ڈیکلریشن کے اصول و مقاصد سے ٹکراتے ہوں یہ ضروری ہے کہ معاملہ فہمی، رواداری اور ایک دوسرے کے احترام کو فروغ دیا جائے"۔

اس ڈیکلریشن کے آرٹیکل نمبر ۶ ایسی آزادیوں کی تفاصیل سے آگاہ کرتا ہے جو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کے حقوق میں شامل ہیں۔ ان میں تحریر کی آزادی، پبلیکیشنز کو جاری کرنے اور ان کی اشاعت کی آزادی بھی شامل ہیں (آرٹیکل ۶ ڈی)۔

آرٹیکل نمبر ۱ شق ۳ بیان کرتی ہے:۔

"عقیدہ یا مذہب کے اظہار کی آزادی پر صرف وہی حدیں عائد ہو سکتی ہیں جو قانون ایسی کاروائیوں پر لگاتا ہے اور جو پبلک سیفٹی اور نظم و نسق کی خاطر لگائی جانی ضروری ہیں یا جو عوام کی صحت و اخلاق پر برا اثر ڈالتی ہیں یا دوسروں کے انسانی حقوق اور آزادی کو متاثر کرتی ہیں"۔

اگست ۱۹۸۵ء میں یونائیٹڈ نیشنز کی اقلیتوں کے تحفظ اور ان کے ساتھ امتیازی سلوک کو روکنے کے لئے بنائے گئے سب کمشن نے ایک ریزولیوشن پاس کیا جس میں آرڈیننس نمبر ۲۰ کے پاس کئے جانے پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا اور کہا گیا کہ اس آرڈیننس کو ختم کیا جائے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل خاص طور پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵/سی کی قانونی ترمیم جو توہین رسالت کے جرم کی سزا صرف اور صرف موت قرار دیتی ہے پر تشویش کا اظہار کرتی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل غیر مشروط طور پر سزائے موت کی مخالف ہے کیونکہ سزائے موت زندگی کے حق کو چھینتی ہے اور انسانی حقوق کے عالمی منشور میں دئے گئے آرٹیکل نمبر ۳ اور نمبر ۵ کے مطابق ظالمانہ، غیر انسانی اور ذلت آمیز سزاؤں میں سے ہے جن کا تدارک ہونا چاہئے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نزدیک سزائے موت انتہائی غیر منصفانہ اور سنگدلانہ سزا ہے۔ جس ملک میں سزائے موت کو ختم نہیں کیا گیا عالمی معیار اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان سزاؤں کو دینے میں ضابطے کی کڑی سے کڑی نگرانی ہونی چاہئے اور طریق کار میں بھی پختہ حفاظتی بند ہونے چاہئیں۔

ایسی کم سے کم حفاظتی تدابیر اور قیود کئی ایک دستاویزات میں درج ہیں جن میں سے ایک دستاویز اقوام متحدہ کی اقتصادی اور سوشل کونسل کا کتابچہ "سزائے موت کے مجرموں کے حقوق کی نگہداشت" ہے جسے اقوام متحدہ کی اکنامک اینڈ سوشل کونسل نے ۱۹۸۴ء میں منظور کیا تھا (Ecosoc ریزولیوشن ۵۰/۱۹۸۴ء) اور جس کی توثیق اسی سال اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے کی تھی۔ اس سلسلہ میں پہلا حفاظتی بند یہ ہے کہ سزائے موت صرف انتہائی بھیانک جرائم پر دی جائے۔ ایسے جرائم جن کا ارتکاب دانستہ طور پر کیا گیا ہو اور جو مہلک ہوں یا جو سنگین نتائج کے حامل ہوں۔

ایسے مذہبی جرم کی وجہ سے جس کے نتیجہ میں نہ تو کسی فرد کی موت واقع ہوئی ہو اور نہ کسی پر تشدد کیا گیا ہو سزائے موت دینا اکنامک اینڈ سوشل کونسل کے بتائے ہوئے اس حفاظتی بند کی خلاف ورزی ہے۔

گستاخی رسولؐ کی سزا موت قرار دینا اقوام متحدہ کے ریزولیوشن نمبر ۳۲/۶۱ مجریہ ۸ دسمبر ۱۹۷۷ء کی روح کے بھی منافی ہے کیونکہ یہ ریزولیوشن ایسے جرائم کی تعداد جس پر سزائے موت دی جا سکتی ہے کم کرنے میں کوشاں ہے تاکہ آہستہ آہستہ ایسی سزا کو بالکل کالعدم قرار دیا جا سکے۔

○ ۔ ایمنسٹی حکومت پاکستان سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ ایسے اقدام کرے جس سے یہ قوانین جن کا تعلق مذہبی آزادی کے حق سے ہے عالمی معیار مثلاً "مذہب یا عقیدہ کی بنا پر اقوام متحدہ کے تمام قسم کی عدم رواداری اور امتیازی سلوک کے خاتمہ" کے مطابق ہو جائیں۔ نیز جتنی جلدی ممکن ہو پاکستان کو ان معیاروں کو اپنا لینا چاہئے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل حکومت پاکستان سے تقاضا کرتی ہے کہ:

○ ۔ پانچوں احمدی صحافیوں کے خلاف تمام الزامات جن کی وجہ سے ان کی گرفتاری مورخہ ۷ فروری ۹۴ء کو عمل میں آئی واپس لے لئے جائیں کیونکہ وہ آزادی رائے کے حق اور آزادی مذہب کے حق کے خلاف ہیں۔

○ ۔ اس بات کی یقین دہانی ہونی چاہئے کہ مذہبی عقائد کے پرامن اظہار کی بنا پر کسی احمدی کے خلاف نہ تو کوئی مقدمہ درج کیا جائے گا اور نہ ہی سزا دی جائے گی۔

○ ۔ دفعہ ۲۹۵/سی کے تحت سزائے موت کی ممانعت ہونی چاہئے اور ایسے اقدام کرنے چاہئیں جس سے اس جرم کی سزا، سزائے موت ختم ہو سکے۔

○ ۔ ایسے تمام قوانین جو آزادی مذہب پر اثر انداز ہوتے ہیں مثلاً عقائد کے اظہار کی آزادی، ان پر عمل یا ان کی ترویج اور آزادی رائے وغیرہ ان سب کو ختم کر دینا چاہئے۔

○ ۔ ایسے عالمی معیار اپنانے چاہئیں جو اقوام متحدہ کے "ہر قسم کی عدم رواداری اور مذہب یا عقیدہ کی وجہ سے امتیازی سلوک" کے ڈیکلریشن میں دئے گئے ہیں۔

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

THE TRAVEL AGENTS YOU CAN TRUST

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

سیرت المہدیؑ کا ایک ورق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محکمہ ڈاک

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے اخبار الحکم، قادیان ۲۱ فروری ۱۹۳۴ء میں اس موضوع پر ایک مضمون تحریر فرمایا تھا۔ اس پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے آپ کی تحریک پر ذیل کا مضمون تحریر فرمایا جو اخبار الحکم میں شائع ہوا جسے قارئین الفضل انٹرنیشنل کے لئے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

"...... ۲۱ فروری ۱۹۳۴ء کے پرچہ میں عرفانی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محکمہ ڈاک کا ذکر کیا ہے چونکہ عاجز راقم بھی اس خدمت پر ایک عرصہ تک مامور رہا اس واسطے ڈاک کے متعلق میں بھی چند باتیں عرض کرنے کا ثواب حاصل کرنے کا آرزو مند ہوں۔

ڈاک خانہ سے پوسٹ مین تمام ڈاک براہ راست حضرت صاحب کے پاس لے جایا کرتا تھا۔ حضور کا کوئی خادم یا خادمہ پوسٹ مین کے آواز دینے سے دروازہ پر آکر ڈاک اندر لے جاتا تھا۔ بعض دفعہ حضور خود ہیں تشریف لے آتے اور پوسٹ مین سے ڈاک لے جاتے، تمام خطوط کھولتے، پڑھتے، بعض پر کچھ نوٹ کر دیتے کہ کیا جواب لکھا جائے۔ بعض بغیر نوٹ کے میرے پاس بھیج دیتے اور بعض اپنے پاس رکھ لیتے اور خود دست مبارک سے ان کے جوابات لکھتے۔

ایسے خطوط عام طور پر سیٹھ عبدالرحمان صاحب مرحوم مدراسی کے ہوتے یا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم سنوری کا خط یا بعض احمدیان کپورتھلہ کے خطوط جو پورانے مخلصین میں سے تھے۔ ایسے خطوط بھی عموماً لفافہ بند کر کے پتہ لکھنے کے واسطے مجھے بھیج دیا کرتے تھے۔

جب پہلے پہل ڈاک میرے سپرد ہوئی تو وہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کے ایک دفعہ سیالکوٹ تشریف لے جانے کے وقت تھی۔ جب میں نے خطوط کو دیکھا تو اکثر خطوط درخواست دعا کے لئے تھے۔ اور میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا کیا جواب دوں۔ اس واسطے میں نے اس سب کی ایک فہرست بنائی اور ایک نقشہ بنا کر اس میں ہر شخص کا نام اور مقام اور مطلب درخواست دعا درج کیا اور فہرست اندر بھیج دی۔ مگر حضور نے نہ وہ فہرست واپس کی اور نہ اسکے متعلق کچھ فرمایا۔ دوسرے دن میں نے پھر ویسی ہی فہرست بنائی اور اندر بھیج دی۔ وہ فہرست بھی اندر ہی رہی اور کچھ جواب نہ آیا۔ تیسرے دن میں نے پھر بعد نماز زبانی عرض کیا۔ تب حضور نے فرمایا "ایسے اصحاب کو لکھ دیا کریں کہ دعا کی گئی کیونکہ میں خط اپنے ہاتھ سے نہیں رکھتا کہ جب تک کہ دعا نہ کر لوں۔ اور اب آپ فہرست بنا کر بھیج دیتے ہیں تو فہرست آگے رکھ کر پھر دعا کر دیا کرتا ہوں۔ اس طرح اب دو دفعہ دعا ہو جاتی ہے"۔ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ میری اس تجویز سے دوستوں کے واسطے دوبارہ دعا ہو جاتی ہے اور میں نے اس سلسلہ کو جب تک ڈاک میرے پاس رہی جاری رکھا۔ جب مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے تو پھر ڈاک ان کے پاس جانے لگی۔ لیکن ان کی وفات کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب کی تحریک پر ڈاک پھر میرے سپرد ہوئی تو پھر میں نے اس فہرست کا سلسلہ جاری کیا اور اخیر تک وہ جاری رہا۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر حضرت خلیفہ اول مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی ڈاک کا کام بدستور میرے سپرد ہی رہنے دیا تو میں نے ان کی خدمت میں بھی ایسی ہی فہرست بنا کر بھیجنی شروع کی۔ حضرت مولانا اس فہرست کو اپنے سرہانے رکھ لیتے تھے اور تہجد کے وقت اس فہرست کو ہاتھ میں لے کر ایک ایک کا نام دیکھتے اور دعائیں کرتے۔ بعض شب تہجد کے وقت میں آپ کے پاس پہنچ جایا کرتا تھا۔

جن خطوط پر حضرت صاحب کی طرف سے کچھ نوٹ نہیں ہوتا تھا۔ ان کے متعلق دریافت کر لیا کرتا تھا کہ اس کا کچھ جواب دیا جائے۔ جن خطوط میں مسائل دریافت کئے ہوتے تھے ان کے جواب بعض دفعہ خود لکھ دیا کرتے تھے لیکن اکثر یہ فرماتے تھے کہ مولوی صاحب سے پوچھ لیں (مولوی صاحب سے مراد حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ ہوتی تھی)۔

عموماً اکثر لوگ اپنے نومولود بچوں کے نام تبرکاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرتے تھے اور میں حضرت صاحب سے پوچھ کر نام لکھ دیا کرتا تھا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد حضور نے مجھے فرمایا "مفتی صاحب آپ کو اجازت ہے کہ آپ ہماری طرف سے بچوں کے نام رکھ دیا کریں"۔

عموماً حضرت صاحب ڈاک کسی خادم کے ہاتھ میرے پاس بھجوا دیا کرتے تھے۔ مگر بعض دفعہ خود ہی اپنے ہاتھ میں ڈاک لئے ہوئے نماز ظہر کے واسطے باہر تشریف لاتے تو جو کھڑکی حضور کے کمروں سے مسجد مبارک میں کھلتی ہے۔ اس سے نکلتے ہی مجھے آواز دیتے کہ یہ ڈاک ہے۔

کوٹ قیصرانی کے بزرگ زمیندار سردار امام بخش صاحب مرحوم، جو بہت ہی مخلص احمدی تھے ایک دفعہ فرمانے لگے۔ پورانے صوفیا کے طرز پر ہر ایک بزرگ کا کوئی معشوق ظاہری بھی ہوتا ہے اور اگر یہ بات درست ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معشوق مفتی صاحب معلوم ہوتے ہیں کیونکہ اکثر جب حضرت صاحب آتے ہیں تو سب سے پہلے یہی کہتے ہیں کہ:۔

"مفتی صاحب کہاں ہیں"

اس کی وجہ تھی کہ حضور مجھے روزانہ ڈاک دیتے اور اس کے متعلق ہدایات فرماتے۔ اس طرح سب سے اول مجھے حضور سے باتیں کرنے کا موقعہ ملتا تھا۔

ان ایام میں عموماً اوسط ڈاک بیس خط روزانہ ہوتے تھے۔ لیکن جن ایام میں کوئی پیش گوئی پوری ہوتی یا نشان ظاہر ہوتا تو ان دنوں میں خطوں کی تعداد بہت بڑھ جاتی تھی۔ ڈاک کے کام کے واسطے حضور نے میرے ساتھ مکرمی حضرت پیر افتخار احمد صاحب کو بطور مددگار کے مقرر کیا ہوا تھا۔ بعض خط میں انہیں جواب لکھنے کے واسطے دے دیتا تھا۔ وہ لکھ کر میرے دستخط کرا لیتے تھے۔

بعض دوست جو اس امر کے بہت ہی مشتاق ہوتے تھے کہ حضور کے دستخط مبارک کا خط انہیں ملے، انہیں اگر حضرت صاحب بہ سبب کم فرصتی خود خط نہ لکھ سکتے تو میں خود خط لکھ کر حضور سے دستخط کرا لیتا تا کہ ان کے واسطے کچھ تشفی اور خوشی کا موجب ہو۔

جن خطوط کا جواب عام معلومات کے واسطے مفید ہوتا وہ میں عموماً اخبارات بدر والحکم میں چھپوا دیا کرتا تھا تا کہ عوام کو فائدہ ہو۔ اور مجھے بھی ثواب حاصل ہو۔

ابتداء میں جبکہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم ہجرت کر کے قادیان میں نہیں آئے ہوئے تھے۔ تو ڈاک کا کام حضرت پیر سراج الحق صاحب کے سپرد بھی کچھ عرصہ رہا۔ اس سے قبل حضرت صاحب خود ہی تمام خط و کتابت کا کام کرتے تھے اور بعض دفعہ خطوط حضور کی علالت کے سبب جمع ہو جاتے۔ تو بعض دوستوں کو بلا کر فرمایا کرتے تھے کہ خط بہت جمع ہو گئے ہیں آپ لوگ اکٹھے بیٹھ کر ان کو کھولو اور پڑھو اور جو ضرورت ہو مجھ سے پوچھ لو۔ ان سب کے جواب لکھ دو۔

چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہی چند احباب مل کر ڈاک دیکھ رہے تھے کہ ایک لفافہ میں سے جو رجسٹری شدہ بھی نہ تھا۔ مبلغ تین سو روپے کے نوٹ نکلے جو خط کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دئے گئے۔

محمد صادق عفا اللہ عنہ

۲۵ اپریل ۱۹۳۴ء

بعض مظلوم احمدیوں کی زبان سے

گر صداقت کی حمایت میں ہوئے برباد ہم
تو نگاہ یار میں سمجھو ہوئے آباد ہم
سختیاں راہ صداقت میں ہمیں محبوب ہیں
طالب شیریں نہیں تلخی کے ہیں فرہاد ہم
کر نہیں سکتا جسے مرعوب کوئی سنگدل
رکھتے ہیں پہلو میں اپنے وہ دل فولاد ہم
اے خدا ہرگز کسی کے بغض کی پرواہ نہیں
گر رہے تو شاد ہم سے اور تجھ سے شاد ہم
اور کیا معنی ہیں بائیکاٹ کے اس کے سوا
یہ کہ دنیا کی کشاکش سے ہوئے آزاد ہم
ہوگیا مسمار دل کا بتکدہ اچھا ہوا
خانہ توحید کی رکھنے کو ہیں بنیاد ہم
ساری دنیا ہو خفا ہم سے تو کوئی غم نہیں
گر رہے تو یاد ہم کو اور تجھ کو یاد ہم
تا نہ ہوجائے کہیں ویران یہ گلشن ترا
آہ تک بھرتے نہیں ہیں دیکھ اے صیاد ہم
کانپ اٹھے گا خدا کا عرش بھی جس سے ظفر
گر کریں گے تو کریں گے اس طرح فریاد ہم

(مکرم مولانا ظفر محمد صاحب ظفر مرحوم)

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS
081 877 0762
PROPERTIES WANTEDIN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

الَّذِینَ سَبَقُونَا بِالاِیمَان

حضرت مولوی محمد حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت مولوی محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ، ۱۹ جون ۱۹۹۴ء کو اسلام آباد، پاکستان میں قریباً ۱۰۱ سال کی عمر پا کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۱۹۷۸ء میں خاکسار اور مکرم عبدالسمیع خان صاحب نے حضرت مولوی صاحب کا ایک انٹرویو لیا تھا جو فروری اور مارچ ۱۹۷۸ء کے ماہنامہ تشحیذ الاذہان، ربوہ میں شائع ہوا۔ حضرت مولوی صاحب نے جو حالات و واقعات ہمیں بتائے وہ آپ ہی کے مبارک الفاظ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ [مدیر]

میرا نام محمد حسین ہے۔ میرے والد صاحب کا نام میاں محمد بخش صاحب ٹھیکیدار (لکڑی) تھا۔ میری پیدائش بٹالہ شہر میں جنوری ۱۸۹۳ء کی ہے۔ میرے والد صاحب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی تبلیغ سے اہل حدیث ہوئے تھے۔ (یاد رہے کہ مولوی محمد حسین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفوں میں سے تھے۔ ناقل) اور میرے تایا صاحب میاں محمد اکبر صاحب جو تین سو تیرہ (صحابہ) میں سے ہیں، وہ میرے والد صاحب سے بڑے تھے۔ وہ احمدی ہو گئے مگر یہ (یعنی میاں محمد بخش صاحب ۔ ناقل) اس خیال سے احمدی نہ ہوئے کہ میرا بھائی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے بڑا مولوی نہیں ہے اور ایک مدت تک یہ رکاوٹ قائم رہی۔ مولوی صاحب کے پیچھے وہ نمازیں ادا کرتے تھے اور جمعہ اور ان کے وعظ و نصیحت میں شامل ہونا۔ مگر نہایت متقی اور پرہیز گار تھے اور صوم و صلوٰۃ اور تہجد کے سختی سے پابند۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اقدام قتل کا مقدمہ مارٹن کلارک کی طرف سے اور عبدالحمید صاحب کو مخبر بنا کر قائم کیا گیا۔ اس کی پہلی تاریخ ہمارے بٹالہ میں تھی۔ میرے والد صاحب فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے مولوی محمد حسین کے پیچھے ان کی اقتداء میں ادا کرنے کے لئے گئے تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نہیں آئے اور ان کے نائب امام (مولوی امام الدین) نے نماز پڑھا دی۔ اور نماز پڑھانے کے بعد میرے والد صاحب کو مخاطب کر کے پرزور طریق پر کہا کہ ٹھیکیدار صاحب! آج شیر کے منہ میں بکرا آنا ہے اگر وہ کسی وجہ سے جان سے بچ بھی گیا تو زخمی ہونے سے نہیں بچ سکے گا۔ یعنی (اس نے نعوذباللہ) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بکرا اقرار دیا اور مولوی محمد حسین صاحب کی شہادت کو شیر کا رنگ دیا۔ (مارٹن کلارک کے اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب عیسائیوں کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف شہادت دینے والے تھے) میرے والد صاحب نے وعدہ کر لیا کہ آج ضرور کچہری میں مقدمہ سنیں گے۔ مسجد سے گھر گئے، ناشتہ کیا، چادر اپنے کندھے پر رکھی اور کچہری چلے گئے۔ مسٹر ڈگلس کے ہاں مقدمہ پیش تھا اور مولوی صاحب کرسی مانگ رہے تھے۔ مگر صاحب نے (یعنی جج نے) کرسی دینے سے انکار کر دیا اور مولوی صاحب کو بہت ہی شاق گزرا۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب ملزم ہونے کی حیثیت میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اسے برداشت نہیں کرتا تھا۔ کرسی کا دوبارہ سہ بارہ مطالبہ کیا۔ مگر آگے سے جھڑکی ملی کہ رؤسا کی فہرست میں آپ کا یا آپ کے باپ کا نام نہیں ہے۔ اس لئے عدالت میں آپ کو کرسی نہیں مل سکتی۔ مولوی صاحب وہاں سے رنجیدہ ہو کر دوسری طرف برآمدہ میں ایک کرسی پڑی تھی اس پر جا کر بیٹھ گئے۔ مگر وہاں کا چپڑاسی جو مولوی صاحب کے ہی محلہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے جب دیکھا تو مولوی صاحب سے التجا کی کہ میری روٹی آپ بند نہ کریں، صاحب بہادر کی نظر پڑ گئی تو وہ مجھے موقوف کر دیں گے۔

غرضیکہ اس نے بھی کرسی سے اٹھا دیا۔ ادھر میرے والد صاحب نے چونکہ پہلے دن ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا تھا اور اتنی گہری سوچ میں پڑے ہوئے تھے کہ مولوی صاحب نے آ کر ان کے کاندھے سے چادر اتار لی اور گھاس پر بچھا کر بیٹھ گئے۔

والد صاحب کا نظریہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نظر پڑتے ہی بدل گیا اور عجیب عجیب باتیں سامنے آنے لگیں کہ اس وجود کو جو پورا اسلامی شعار کا پابند ہے مولوی محمد حسین صاحب عیسائیوں کی طرف سے کھڑے ہو کر اس کو قید کرانے کے لئے آئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے پلید مولوی ہیں۔ ادھر دیکھا کہ (وہ) میری چادر لے کر بیٹھا ہوا ہے۔ بڑے جوش میں گئے اور اپنی چادر کا مطالبہ کیا۔ مولوی صاحب کو بڑا خیال تھا کہ یہ تو میرے معتقد ہیں۔

انہوں نے کہا "ہیں ہیں یہ کیا؟" یعنی ان کے لئے یہ بڑے تعجب کی بات تھی کہ چادر میرے سے مانگ رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ "ہیں ہیں میں نہیں جانتا۔ میری چادر چھوڑ دو" ۔ اور ایک طرف سے پکڑ کر اپنی چادر کھینچ لی اور اسے جھاڑتے ہوئے ایک طرف چل دئے!

—○ ○—

والد صاحب دل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت مان چکے تھے مگر اس مقدمہ کا نتیجہ دیکھنا چاہتے تھے۔ جب آخری تاریخ گورداسپور میں ہوئی تو آپ بھی وہاں گئے۔ بہت پبلک اکٹھی ہوئی ہوئی تھی۔ کچھ غیر احمدی اس خیال سے کہ آج مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگے گی (کیونکہ حاکم نے حکم سنانا تھا) اور ہم دیکھ کر تالیاں بجائیں گے اور کچھ لوگ اس لئے گئے ہوئے تھے کہ دیکھیں جس شخص نے اتنا بڑا دعویٰ کیا ہے وہ ہے کیسا؟ اور کچھ خال خال احمدی جو ارد گرد تھے وہ بھی اکٹھے ہوئے ہوئے تھے۔ جب صاحب نے حکم سنایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بری کر دیا تو ساتھ ہی یہ کہا کہ:

"مرزا صاحب! آپ ان سب جھوٹوں کے خلاف میرے پاس دعویٰ کریں (کیونکہ گواہ بھی جھوٹا، مخبر بھی جھوٹا، مقدمہ بھی جھوٹا تھا) پھر دیکھو میں انہیں کیسے سزا دیتا ہوں"۔

مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا:

"حضور! میں کسی پر دنیا کی عدالت میں مقدمہ کرنا نہیں چاہتا۔ میرا سب مقدمہ خدا کی جناب میں ہے"۔

یہ سنتے ہی صاحب بھی حیران ہو گیا کہ وہ ان کو قتل کرانے کے لئے پھانسی دلوانے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ ان کو سزا بھی نہیں دلوانا چاہتے اور پبلک پر یہ اثر پڑا کہ جب حضور علیہ السلام اٹھ کر باہر تشریف لائے تو سینکڑوں آدمیوں نے بیعت کی۔ گورداسپور کے گورداس ننگل کے، کچھ بیے ہالی کے، کچھ غزل پور کے، کچھ دینہ نگر کے اور کچھ پٹھان کوٹ کے وغیرہ وغیرہ اور میرے والد صاحب نے بھی وہیں بیعت کر لی۔

—○ ○—

۱۹۰۰ء میں میرے والد صاحب مجھے لے کر عید الاضحیہ سے چند دن قبل قادیان آ گئے اور وہاں عید پڑھی۔ مشہور "خطبہ الہامیہ" اسی عید پر سنایا گیا تھا۔ چونکہ وہ عربی میں تھا اس لئے نہ میں سمجھ سکا اور نہ میرے والد صاحب۔ چند بزرگ لکھ رہے تھے اور باقی لوگ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرہ مبارک ہی دیکھ رہے تھے۔ سب لوگوں پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی۔

چند دن بعد والد صاحب نے مجھے سکول کی پہلی جماعت میں داخل کرا دیا۔ ہم دونوں باپ بیٹا اس باغ میں رہتے تھے جو "باووں والا باغ" کہلاتا تھا۔ ۱۹۰۱ء میں میری والدہ صاحبہ میرے چھوٹے بھائی محمد علی کو اور گھر کا کچھ سامان ہمراہ لے کر والد صاحب کے ساتھ بٹالہ سے قادیان آ گئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ ہم نے آبادی میں ایک کچا مکان صرف ۴ آنے ماہوار کرایہ پر لے لیا۔ ہمارا یہ مکان سید شاہ چراغ ابن سید صفدر علی صاحب کے مکان سے متصل تھا۔

ہمارے کنبے کو قادیان آئے ہوئے چند ماہ ہی ہوئے تھے کہ میرا چھوٹا بھائی محمد علی تپ محرقہ سے وفات پا گیا۔ میرے والد صاحب اور والدہ صاحبہ کو بہت صدمہ ہوا۔ سیدنا حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ (خلیفۃ المسیح الاول) نے نماز جنازہ پڑھائی آپ نے میرے والد صاحب کو بہت تسلی دی اور جماعت میں اعلان کیا کہ میاں محمد بخش (میرے والد) صاحب کے لئے دوست بہت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک، عمر والا اور خادم دین بیٹا عطا فرمائے۔

چونکہ میرے والدین بوڑھے تھے اس لئے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اور اولاد کی تو مجھے امید نہیں تھی۔ ہاں میرا اعتقاد پختہ ہو گیا کہ میرے موجودہ لڑکے محمد حسین (یہ عاجز) کو ہی خدا تعالیٰ لمبی عمر دے گا اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے گا۔

—○ ○—

۱۹۰۲ء کے شروع میں جبکہ میری عمر دس سال کے قریب تھی تو دوسرے لوگوں کے ہمراہ میں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کر لی۔ بیعت کے ایمان افروز نظارہ میں سے صرف اتنا یاد ہے کہ بیعت لیتے وقت حضورؑ نے فرمایا:

"آج میں احمد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پچھلے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں"۔

ہم سب لوگ حضورؑ کے الفاظ ساتھ ساتھ دہراتے جاتے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نے یہ الفاظ فرمائے کہ:

"اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ تو میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں"

تو اس وقت دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

—○ ○—

میرے والد صاحب کی عادت تھی کہ جب بھی بازار میں اچھے خربوزے دیکھتے تو خرید کر والدہ صاحبہ کے ذریعہ حضورؑ کی خدمت میں روانہ کر دیتے اور حضور بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ سکول سے چھٹی کے بعد ہم مسجد میں چلے جاتے۔ وہاں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کبھی کبھی بڑی خوش الحانی سے اذان دیتے تھے اور عام طور پر امام الصلوٰۃ آپ ہی ہوا کرتے تھے۔ میں عام طور پر نماز عصر مسجد مبارک میں ہی پڑھتا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت بھی کرتا اور حضورؑ کے ملفوظات سننے کا شرف بھی حاصل کرتا۔ جب کوئی بیعت کرنے والا آتا تو میں بھی اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیتا۔ میرا اندازہ ہے کہ پچاس سے زائد دفعہ میں نے اس طرح بیعت کی۔ ہر دفعہ بیعت کے الفاظ سن کر ایک عجیب سی کیفیت دل میں پیدا ہوتی تھی۔

۱۹۰۳ء میں جبکہ میں دوسری جماعت میں پڑھتا تھا۔ منارۃ المسیح کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی بنیادیں زمین کے اندر کافی گہرائی میں رکھی گئی تھیں اور مزدور دھموسوں کے ذریعہ بنیادوں میں کافی دن بجری کوٹتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بارہا ہمیں سکول جاتے وقت ملتے کیونکہ حضور تعمیر کا جائزہ لینے کے لئے تشریف لاتے تھے اور وہی ہمارے سکول کا وقت ہوتا تھا۔ ہمیں بارہا مصافحہ کا موقعہ ملا۔ یہ مینار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں میں مکمل ہوا۔

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS

ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue, Southall, Middx UB1 2AA

Kenssy

Fried Chicken

589 HIGH ROAD, LEYTONESTONE, LONDON E11 4PB

Al Fazl International Weekly, London

16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)

ISSN: 1352 9587

TELEPHONE NO. 081-870 8517

FAX NO. 081-870 1095

میں تیسری جماعت میں پڑھتا تھا کہ ایک دن شدید سردی پڑی اور پانی منجمد ہو گیا۔ حضورؑ کی ایک خادمہ آئی کہنے لگی کے اے لڑکو آج حضورؑ کو برف دکھانی ہے۔ میں نے برف کا ایک ٹکڑا لے کر تانبے کے ایک برتن میں رکھ لیا۔ جب ہم حضورؑ کے کمرے میں پہنچے تو حضورؑ اس برف کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کہ:

"لڑکوں سے تو سردی بھی ڈرتی ہے"

اس وقت میں نے صرف ایک قمیض پہنی ہوئی تھی اور شلوار کو اوپر اٹھایا ہوا تھا جبکہ شدید سردی کے دن تھے۔ حضور علیہ السلام نے مجھے بھی انگیٹھی کے پاس بٹھا لیا اور ریوڑیاں چبانے کو دیں اور خود دوبارہ لکھنے میں مصروف ہو گئے۔ ہم تھوڑی دیر بعد حضور سے اجازت لے کر دوبارہ سکول چلے گئے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد حضورؑ کو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور جانا پڑا۔ جس دن حضورؑ کو قادیان واپس آنا تھا۔ اس دن ہمیں سکول سے چھٹی ہو گئی۔ ہم اپنے بستے گھروں میں چھوڑ کر موضع بٹراں کے راستے پر نہر کی پٹڑی کے ساتھ ساتھ دور تک دوڑ کر چلے گئے۔ حضورؑ رتھ پر تشریف لا رہے تھے۔ جب ہم رتھ کے قریب پہنچے تو حضورؑ نے پوچھا کہ "یہ لڑکے کون ہیں؟" رتھ بان بابا جیوا نے کہا کہ "حضورؑ یہ سکول کے لڑکے قادیان سے آئے ہیں"۔ حضور نے فرمایا "رتھ روک دو" اور پھر نیچے آ کر ہم سب کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور ساتھ ہی کچھ میٹھے اور کچھ پھیکے چنے سب کو تھوڑے تھوڑے دئے۔ ہم سب نے چنے چبا کر نہر سے پانی پیا۔ بعد میں حضورؑ بھی ہمارے ساتھ پیدل چل پڑے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ قادیان سے کچھ اور دوست بھی پہنچے۔ وہ حضورؑ سے مصافحہ کرتے اور چلتے جاتے۔

جب حضور پیدل ہی قافلہ کے ہمراہ بٹراں گاؤں پہنچے تو وہاں کے دو معزز سکھوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ حضورؑ گنے کا رس پی کر جائیں۔ حضورؑ نے فرمایا "آدمی زیادہ ہیں آپ تکلیف نہ کریں" لیکن انہوں نے بہت اصرار کیا اور دو چارپائیاں بچھا کر ان پر سفید کھیس بچھا دئے۔ حضورؑ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان پر بیٹھ گئے۔ دو بیلنے چل رہے تھے انہوں نے سب کو رس پلایا پھر حضورؑ پیدل ہی قافلہ کے ساتھ قادیان تشریف لے آئے۔

—○○—

میرے والد صاحب بڑے مضبوط دل اور احمدیت کے فدائی تھے۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر چندہ دیتے خواہ خود کتنی تنگی سے رہیں انہیں تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا۔ میں ابھی چوتھی جماعت میں تھا کہ انہوں نے میری پڑھائی بند کرا دی کہ ہمارے پاس گنجائش نہیں

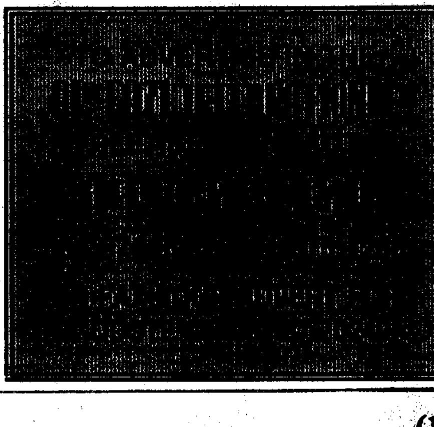

ہے اور اتنی رقم نہیں کہ تمہاری پڑھائی پر خرچ کر سکیں۔

جب مدرسہ احمدیہ قائم ہوا تو پہلی جماعت کے لڑکے مولوی عبدالرحمان صاحب جٹ وغیرہ دوسری جماعت میں ہو گئے۔ پہلی جماعت کے لئے لڑکے نہ تھے کیونکہ احمدی کم تھے۔ میرے والد صاحب سے کہہ کر مجھے بھی پہلی جماعت میں بھیج دیا گیا۔ شیخ محمود احمد صاحب عرفانی، حافظ عبید اللہ صاحب اور مولوی رحمت علی صاحب میرے کلاس فیلو تھے۔

میں چھ ماہ مدرسہ احمدیہ کی پہلی جماعت میں جاتا رہا۔ مگر کتب وغیرہ کا خریدنا میری استطاعت سے باہر تھا۔ اس لئے میں نہ چل سکا اور دوکانداری کا کام شروع کر دیا۔ دکان لوہے کے سامان کی تھی۔ مستری امام الدین صاحب اس کے مالک تھے۔ میں شاگرد کے طور پر مستری صاحب سے دستی کام بھی سیکھتا رہا اور دوکانداری کا بھی کافی تجربہ ہو گیا۔

مجھے شروع سے ہی تبلیغ کا شوق تھا دوکانداری کے ایام میں ہر مذہب و ملت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا تھا۔ ان کو خدا کے فضل سے اپنی قابلیت کے مطابق تبلیغ کرتا رہتا۔ میں نے اپنے والد صاحب کو ساٹھ برس کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ ختم کرایا پھر باقاعدگی سے تلاوت کیا کرتے تھے۔

—○○—

جب اخبار "البدر" اور "الحکم" میں یہ الہام شائع ہوا۔

"کُشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں"

تو بازار کے لوگوں نے ہمیں بہت مذاق کئے کہ تمہارے مرزا صاحب کے الہام کیسے ہیں؟ کیا کشتیاں کوئی پہلوان ہیں جن کی کشتیاں ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ!

ہم انہیں یہی جواب دیتے رہے کہ اس الہام میں کوئی بناوٹ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ حضورؑ کو معلوم ہوا وہ آپؑ نے بیان کر دیا۔ وقت آئے گا تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔ چنانچہ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم میں کشتیوں کی کشتیوں کا رنگ ظاہر ہوا اور ہر مذہب کے اخبار نے یہی سرخی جمائی کہ:

"کَشتیوں کی کُشتیاں"

پھر بازار والوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا اور وہ بہت حیران تھے کہ حضورؑ کی یہ پیش گوئی بھی پوری ہو گئی۔

—○○—

فروری ۱۹۰۵ء میں جب بہت بڑا زلزلہ آیا اس وقت میری عمر تیرہ برس کی تھی۔ صبح سے شام تک جھٹکے آتے رہے اکثر لوگ شہر سے باہر چلے گئے۔ حضور علیہ السلام بھی اپنے باغ میں تشریف لے گئے تھے۔

۱۹۰۵ء میں ہی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی وفات ہوئی۔ آپ کو روہڑی کے قبرستان میں اماناً دفن کیا گیا۔ چند ماہ بعد آپ کا تابوت بہشتی مقبرہ قادیان لایا گیا۔ میں بھی تابوت اٹھانے والوں کے ہمراہ تھا۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں سب سے پہلی قبر حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کی بنی۔

قادیان سے آریوں کا ایک اخبار "شبھ چنتک" نکلا کرتا تھا۔ اس کا ایڈیٹر سومراج اور اس کے ساتھی بھگت چند اور اچھر چند اپنے اخبار میں احمدیت کے خلاف بہت زہر اگلتا رہتا تھا۔ جب اس اخبار کی بدزبانی حد سے بڑھ گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار دیا کہ قادیان کے آریوں اور ہمارے درمیان خدا تعالیٰ ہی انصاف کرے گا۔

طاعون کے دنوں میں میری چچی صاحبہ کو بھی طاعون نکل آئی۔ چنانچہ دوائی لینے کی غرض سے جب میرے چچا جان بازار گئے تو وہاں اچھر چند نے ان سے کہا۔

"اللہ یار صاحب! یہ ہاتھ میں بوتل کیوں پکڑی ہوئی ہے؟"

چچا جان نے جواب دیا کہ "میری بیوی کو طاعون ہو گئی ہے اور میں دوائی لینے جا رہا ہوں" تو اچھر چند نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ:

"تم کشتی نوح میں سوار ہو جاؤ، تمہیں کسی دوائی کی ضرورت نہیں"۔

چچا جان نے جواب دیا کہ: "ہم انشاء اللہ کشتی نوح میں سوار ہونگے مگر تم اپنے گھڑے تیار کر لو!"۔

یہ جواب دے کر چچا جان وہاں سے چل دئے۔

دوسرے دن سومراج کی بیوی طاعون سے مر گئی۔ تھوڑے سے وقفہ کے بعد اس کے اکلوتے لڑکے کے مرنے کی خبر آ گئی۔ گویا چند دنوں میں سومراج، اس کی بیوی اور اکلوتا لڑکا، اچھر چند اور اس کی بیوی بچے، بھگت رام، اس کی بیوی اور بچے حتیٰ کہ ان کے پریس کو چلانے والا عبدل اور اس کا بھائی بھی مر گئے۔ اور دونوں ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔

—○○—

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لاہور میں وصال ہوا۔ جب آپ کی وفات کی خبر بذریعہ تار قادیان پہنچی تو کسی کو یقین نہیں آتا تھا اور یہ خیال کیا جانے لگا کہ کسی دشمن نے ایسا تار بھیج دیا

چنانچہ بٹالہ سے دوبارہ تار دے کر پتہ کرایا تو معلوم ہوا کہ خبر سچی ہے۔ قادیان کے احمدیوں کی حالت اس اچانک خبر سے ناگفتہ بہ ہو گئی تھی۔ شاید ہی کوئی ایسا احمدی ہو گا جس کی آنکھوں میں آنسو جاری نہ ہوئے ہوں۔ ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو دن کے دس بجے آپ کی نعش قادیان پہنچی۔ باغ والے مکان کے صحن میں تمام سکھوں، ہندوؤں، غیر احمدیوں اور عیسائیوں کو آپؑ کا چہرہ مبارک دکھایا گیا۔ اسی دن حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کو جماعت نے متفقہ طور پر خلیفۃ المسیح منتخب کیا اور سب نے حضور کی بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے حضورؑ کا جنازہ پڑھایا۔ جس میں ہم سب نے شرکت کی۔ آپ کے جنازہ میں غیر احمدیوں نے بھی کثرت سے شرکت کی۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام کو لحد میں اتارا گیا۔ تدفین کے وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔ یہ نظارہ غم مجھے عمر بھر نہیں بھول سکتا۔

آپ کی وفات کے بعد کئی دن تک اداسی کی کیفیت رہی۔ غیر احمدی کہنے لگے کہ اس جماعت کا شیرازہ حضرت مرزا صاحب سے وابستہ تھا اب یہ سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا لیکن خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے قائم کئے ہوئے سلسلہ کی خود ہی نگرانی کرتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ الٰہی جماعت ترقی کرتے کرتے آج ہر خطہ زمین پر اپنا جھنڈا گاڑے ہوئے ہے"۔

بقیہ اعتراضات کے جوابات از صـ ۴

وقت دنیا کو معلوم نہیں تھیں مگر اب پوری طور پر منکشف ہو چکی ہیں۔ مثلاً قرآن شریف کے نزول کے وقت دنیا کلیۃً اس بات سے غافل تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر "ڈوبنے والے" فرعون کی لاش ابھی تک محفوظ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید سورۃ یونس میں فرماتا ہے کہ فرعون کو بھی بتا دیا گیا کہ:

"فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ"

کہ اس کی لاش بعد میں آنے والوں کے لئے بطور نشان محفوظ کر لی جائے گی۔ قرآن شریف کے نزول کے وقت یہ صداقت دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی اور پردہ غیب میں تھی مگر قرآن شریف نے اس کا ذکر کیا اور اب یہ حقیقت واضح صداقت بن چکی ہے اور یہ لاش قاہرہ کے میوزیم میں محفوظ ہے۔

قرآن شریف نے اس صداقت کی طرف بھی توجہ دلائی تھی کہ حضرت مریم کے بطن سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی ولادت موسم گرما کے آخری حصہ میں ہوئی تھی جبکہ کھجور پکے ہوئے تھے۔ سورہ مریم میں فرماتا ہے کہ ولادت کے وقت مریم کو کہا گیا کہ:

وھزی الیک بجزع النخلۃ ... الخ

(مریم: ۲۶)

جس وقت یہ آیت اتری اس وقت تمام مسیحی دنیا حضرت مسیح کا یوم ولادت موسم سرما میں سمجھتی تھی اور بالعموم ۲۵ دسمبر کو یہ دن مناتی تھی مگر آج تحقیق کے بعد مسیحی علماء تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دن حضرت مسیحؑ کا یوم ولادت نہیں بلکہ رومن دنیا کا ایک تہوار ہے جسے عالم مسیحیت نے سہولت کے لئے حضرت مسیحؑ کے یوم ولادت کے طور پر اختیار کر لیا۔

قرآن مجید کے علم غیب کی ایک مثال یہ سائنسی صداقت بھی ہے کہ کائنات کی ہر چیز جوڑے کی شکل میں پیدا کی گئی ہے:۔

"ومن کل شئی خلقنا زوجین"

(الذاریات: ۵۰)

یہ حقیقت جو تازہ سائنسی تحقیقات سے ثابت شدہ صداقت بن چکی ہے عرب کے صحرائی معاشرہ میں آج سے چودہ سو سال پہلے کسے معلوم تھی؟

(باقی آئندہ شمارے میں انشاء اللہ)

IMPORTERS & EXPORTERS OF

READY MADE GARMENTS

S.S. ENTERPRISES

TELEPHONE AND FAX NO:

081 788 0608